

مکمل ناول

”تم نیکست بٹھی ہو۔“ بچپنے چڑھتے میں
شہر سے اس سے جو گی بہر پہنچا تھا وہ سڑا کے
بیٹھنے کی نیس جو ہے۔
خون ہمیٹ تو ہم نہ تسلیے لے اکھے گار
”جنون لگ۔“



”نمیں“ میں ہیڈ فون لگا کے میوزک نہیں سن سکتی مجھے عجیب ہمبراہٹ سی ہوتی ہے۔“
”اچھا سمو سے کھاؤ گی؟“ اس اشیش کے سمو سے بڑے کمال کے ہوتے ہیں۔ ”اس نے پوچھا اور جواب کا انتظار کیے بغیر ٹرین سے اتر گیا جو کسی چھوٹے سے اشیش پر زرادیر چکے لیے رکی تھی۔ امید کھڑکی سے جھانک جھانک کر باہر دیکھنے لگی۔

”لائے اللہ“ آپ! ٹرین کا سکنل ٹونج بھی گیا۔ جانے بھائی جان کمال رہ گئے ہائے آپ! ٹرین چل پڑی تو۔“ وہ بے تالی سے سرنکل کر شاہ رخ گودھونڈ رہی تھی۔ ٹرین کی ونڈ سنتے ہی اسماں کے چہرے پر بھی زرا اضطراب نمودار ہوا مگر وہ بچپنے چک ہی رہی۔ ان پانچ ماہ میں چھ بارہ شاہ رخ کے ساتھ قیصل آباد سے لاہور تک کا سفر کر چکی تھی اور عادی ہو گئی تھی وہ کھنے کے سفر کے دوران اس کی بار بار غائب ہونے والی عادت کی۔ گھر سے بے شک وہ پیٹ بھر کے نکھے ہوں، اس مختصر سے سفر کے لیے بھی وہ تھرماں سینڈوچز، چیپس، ڈرائی فروٹ وغیرہ ضرور رکھتا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ وہ راستے میں آنے والے دو تین اشیش سے بھی پکوڑے سمو سے وغیرہ ضرور لیتا۔

”اپ۔ کتنا کھاتے ہیں آپ شاہ رخ۔“ پہلی بار اس نے بے حد حیران ہو گئے کہا تھا۔
”یار! مجھ سے بھوک بذاشت نہیں ہوتی بلکہ جع تو یہ کہ بھوک ہونہ ہو پیٹ بے شک بھرا ہو مگر کوئی بھی کھلنے پینے کی چیز دیکھ کر خود پر کنٹول نہیں کپاتا۔“ اس نے بے حد صفائی سے کھا تھا اور اسماں ہولے سے نہ دی۔

”یوں کیسے پیٹ تو بھر جاتا ہے، نیت نہیں بھرتی۔“

”اللہ۔“ شکر ہے شاہ رخ بھائی جان! آپ آگئے ٹرین بسی چلنے ہی والی لیں۔ یہ تو چل بھی پڑی۔ بڑے ٹائم پر آئے آپ۔ امید کی آواز اس نے نظر اٹھا کے دیکھلو، اخبار کے کاغذ پر چار گمراہ م سمو سے

بیٹھا ہوں تاکہ راستے بھر کچھ نہ کچھ کھاتی رہو اور تم ہو سکے۔“ اس بار امید ہاتھ آگے بڑھنے پر مجبور ہو گئی۔ بار بار انکار کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا، البتہ اسماء چپنے لے سکی۔

”آپ تو بیکھپے ہی پڑ گئے ہیں شاہ رخ! ابھی سفر ہی کتنا مگر را ہے مشکل سے پندرہ بیس منٹ ہوئے ہیں۔ اتنا بھاری بیٹھتے کر کے گھر سے نکلے ہیں اور سفر تو دو کھنے کا بھی نہیں۔ آپ اتنا سالاں لے گریٹھے ہیں جیسے ہم لوگ کراچی یا کوئی جا رہے ہیں۔“

”ساعاتِ اتم بھی بس۔ میں تو بیچی کے لیے یہ سب لایا ہوں تاکہ وہ راستے میں بورنہ ہو۔ تمہارا دل نہیں چاہتا تو تم مت کھاؤ۔ تمیں تو یہ بھی بور ہونے اور دو سروں کو بور کرنے کا شوق ہے۔ ارے وہ بھی کوئی سفر ہے جس میں موگنگ پھلی، چیس اور نمکونہ نوٹے جائیں، چاہلکیٹھ بھور میں کعزنہ چبائی جائیں اور منٹ منٹ بعد بوٹھیں؟ جوں نہ اڑائے جائیں۔ کیوں امیدا!“

”بالکل بھائی جان!“ اس نے آپ کے چہرے کی تاکواری کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اس سے زیاد کون جان سکتا تھا کہ اسماں آپ کو بورت کی گود میں سمائے رہنے کا کس قدر مراقق تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ضرور شاہ رخ بھائی جان کی سُنگت میں وہ کچھ تو اپنی علوٹ میں بدل لیں گی اور شادی کے ابتدائی دنوں میں پچھے کچھ امید بند ہی بھی تھی لیکن جلد ہی وہ پسلے والی اسماں بننے لگیں۔ خاموش خاموش، سنجیدہ اور خامنواہ کا رعب طاری کیے ہوئے بلکہ اب تو کسی حد تک نخریلی بھی ہو گئی تھیں۔ وہ دیکھتی کہ کس طرح شاہ رخ بھائی جان ان لوگ کے آگے پیچپے پھرتے، بخڑے اٹھاتے گاؤ۔ کرتے اور وہ کسی طردار سنگدل محبوہ کی طرح اکڑی ہی رہتیں۔ اسے اپنے بہنوئی پر خاصا تر س آتا۔

”واک میں سنوگی امید؟“ شاہ رخ نے اپنے کافلوں سے ہیڈ فون آتارتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا۔

”میرا فورٹ سونگد بے“

فائزہ افتخار

فائزہ افتخار مختلف متنوع کردار تخلیق کر رہی ہے۔ اس کی تخلیقات میں جان ہے، جاذبیت ہے، وہ زندگی سے قرب ہیں۔ اس کا اسلوب بیان منفوہ ہے۔ تحریر چکلیاں لئی ہوئی، نقرے کستی ہوئی، لشکارے مارنے ہوئی۔

اس میں آمد کا اتنا جوش ہے کہ جس طرف نکل جاتی ہے، وہ مند ٹھہرتی ہے۔ جذبات کی شدت اور اس کا براہ راست انہمار فائزہ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ گھناؤ تو برنسے کا بہانا چاہیے لیکن ایک چیز جو اسے دیگر مصنفین سے ممتاز کرتی ہے کہ وہ حیران کن حد تک ہوش اور جوش کے درمیان توازن قائم رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لفظوں کی چلنجروں میں اپنی تحریر کا مقصد فراموش نہیں کرتی۔

اور سب سے بڑی بات کہ اس کی کوئی تحریر بے مقصد نہیں ہوتی۔ کستے ہیں ایک ادب کی خصیت میں وہ خصوصیات نمایاں ہوئی ہیں۔ شدت اور تفاف۔ فائزہ کی تحریروں کے پیچے جو خصیت ہے، وہ بظاہر غیر سمجھدہ لا ابالی، کم عمری معموم کی ہو سکتی ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک سند رہے۔ جس میں ہستے دھارے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک حساس، زہن، نازک احساسات کی الک، تخلیق کا رجسے خوبیوں کا احساس بھی ہے جو بارشوں کی رُت سے بھی آشنا رکھتی ہے اور جو زندگی کی تھیں کو سمجھ بھی سکتی ہے، سمجھا بھی سکتی ہے۔ فائزہ کو بست آگے جانا ہے، اس کے راستے میں کہیں بھی پڑاؤ نہیں ہے۔

کی پشت سلانے لگی۔

”پہا نہیں کیسی باسی چیز ملتی ہیں یہاں۔ خراب تیل میں نہ تلا ہو۔“ آپ کی باتیہ شرمendo ہوتے بھائی جان کی شرمساری اس سے نہ دیکھی گئی۔ نُشو سے من بوچھتے ہوئے کہنے لگی۔

”نہیں آپ! اس سو سے اگر خراب یا باسی ہوتا تو بھائی جان نے اور آپ بھی تو کھاربے تھے۔ ویسے بھی میں نے ابھی نہ ہوئی تھے تو یہ تھے۔ دراصل صحیح ناشتے میں مہمانی نے پرائے کچھ زیادہ بھاری بنا لے۔“

”ہاں بالکل اپنے جیسے بھاری بھر گئے۔“ شاہزاد نے صرف اسے نانے کے لیے سرگوشی کی مگر اسے کے کھون سک پہنچ گئی۔ اس نے نستی ہوئی امید کو سرزنش کی۔

”شرم کرو، بڑی ہیں وہ۔ ایسے نداق اڑاتے ہیں۔“

”لیکن آپ! میں نے کیا کہا۔“ اسے بھرا کے اس

لپسے ملا اور ہاتھا۔

ترم گرم آلو کے سموے کا پہلا لقہ لیتے ہی امید کو بے ساخت خفر کی یاد آگئی۔ وہ اس کی اس عادت سے بے حد چڑھا کر تاحد۔

”تمہارا منہ نہیں جلتا۔ کڑا ہی سے نکل کر

ڈائر کیٹ منہ میں ڈال رہی ہو پکوڑے نمیدی۔“

”خدا یا۔ اس چیاتی کو تو یہ سے اترے دو سینڈ بھی نہیں ہوئے اور تم رہڑا دھڑڑ نوالے تو زری ہو۔

تمہارے تو منہ سے بھی بھاپ نکل رہی ہے۔“

اسے یک لیک خستہ سمو سبد مزد لکھنے لگا۔ منہ میں بھرا لقہ تک نکلناد شوار ہو گیا۔ اس بڑی طرح جی متلا یا کہ وہ لقہ کھڑی سے باہر تھوک کر ابکائی لینے پہ بجور ہو گئی۔

”میں نے منع بھی کیا تھا آپ کو سب کا ہاضم آپ جیسا لکڑا ہضم پتھر ہضم نہیں ہوتا۔“ اسے بھرا کے اس

کو شش کرنے لگی۔ بولی یونی آدمی چھوڑ کے اس نے سر کھڑکی سے نکالیا اور باہر تیزی سے گزرتے مناگر کو دیکھنے لگی۔ اسے اس گھر سے نکلے ابھی ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا لیکن لگ رہا تھا جیسے وہ چھوٹا سا "محبوں میں گندھا" پھولوں سے مرکا گھر جس میں اس نے عمر کے پندرہ سال گزارے تھے صدیوں دور ہو گیا ہو۔



- اس نے ہوش سنجلا تو اسے اردو گردبھی چھرے دیکھے۔ پہلا قدم اٹھایا تو اسی گھر کا نکھر اسَا آنکن تھا۔ ہیش کی چپ چپ "اواس سوچی آنکھوں ولیم ٹرم ملما۔ ان ہی کی طرح الگ تھلگ رہنے والی اور بھی اس کے ساتھ نہ چلنے والی اسماء آئی۔ ان سے بالکل مختلف، جی بھر کے ہسوار اور چھل۔ بھی بخانہ بخشنداں اور سلہ آپ۔ اس کے ساتھ بھی دستی بھی دشمنی کرنے والا، بھی بہت اپنا، بھی بالکل انجامابن جانے والا خضر۔ اور بہت سیوان، بہت شفقت سے ماںوں جان بے حد سانہ مزاج کی نہیت مہمانی۔

- وہ بہت چھوٹی بھی شاید ذریثہ دو برس کی جب ایک ایمکسیلڈنٹ میں پایا کی دیتھ ہو گئی۔ دلوا، دابی دنوں کی وفات ہو گئی تھی۔ دوسرا کوئی سائبین بخنے پر تار نظرنہ آتا تھا اس لیے مجبوراً نہ چاہتے ہوئے بھی ملا کو وہ گھر چھوڑنا رہا۔ جہاں انہوں نے زندگی کے آخر بہترن اور خوشگوار سل ایک پر خلوص اور وفا شعار شخص کی ہمراہی میں گزارے تھے۔ اس گھر میں ہر کوئی مروتا۔ بھی رکنے کو کہتا تو وہ بچیوں کے ساتھ اسی گھر کا کوئی گوشہ سنبھل لیتیں لیکن انہیں امید کو گود میں انھائے اسٹو کی انفلی تھام کے ماںوں پر کھر آتا رہا۔ وہ دو برس کی اور اسماء سات برس کی تھی۔ ماںوں کی محبت اور مملانی کی اپناستیت کے سائے میں پے پڑھے۔ سارا بچپن وہ اس احساس سے دور رہی کہ وہ کسی پرانے گھر میں ہے۔ اسے یاد تھا کہ اس کی

جان نے "مو، بو گھوں والا آگیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سیون اپ پو۔ ہشاش بشاش ہو جاؤ گی۔ تمہارے لیے فانٹا گھلو اوں اسے!"

"چکو بھر پیسی میں ڈوب مو۔"

ایک بار پھر خضر کی آواز نے اسے چونکا کے رکھ رہا۔ ٹھنڈے من پسند مشروب کا گھونٹ اس نے ایک گرم سیال کی طرح نکلا۔ اب اسے صحیح معنوں میں احساس ہونے لگا کہ وہ کیا چھوڑ کے جا رہی تھی۔ چاہے ہیش کے لیے نہ سی ٹمروں تو جا رہی تھی۔ بے شک بت جلد اسے لوٹ آتا تھا اگر اس "موٹ آنے" میں کتنے دن درمیان میں کھڑے تھے، کتنا وقت حائل تھا۔ اس سے وہ انجان بھی۔

"ہائے ہائے ہری بولی بی رہی ہو۔ گیا بات ہے پڑا! پیٹ میں ورد ہے۔" ممالی کی محبت میں ڈولی سانہ سی آواز اس کی یادداشت میں ابھری اور اس کی بھنگی پلکیں سک مسکرا دیں۔

نہیت مہمانی اور ان کی باتیں جن میں رنگوں کو الگ طرح کی اہمیت حاصل تھی۔ ہر طرح کے رنگ کو الگ ڈھنک سے بیان کرنا اور ہمیات میں رنگوں کو عجیب انداز سے استعمال کرنا انہے حتم تھا۔ "میں تو آئندہ بھی نہ جاؤں کی ان کے گھر۔" کسی عزیز کے گھر سے آنے کے بعد وہ اعلان کرتیں۔ "اسی روپے کرایہ خرچ کر کے بچے کے پاس ہونے کی مبارکباد دینے گئی۔ منہسوں نے کائے کروتوں جیسا مشروب گلاس میں ڈال کر دیا، وہ بھی گلاس کو آدھا برف کی ڈیلوں سے بھر کے میرے تو پہلے ہی گھونٹ میں دانت کر کردا گئے۔ برف تھلنے کا انتظار کیا تو کالی بولی سرمی صابن کے میلے جھاگ جیسی ہو گئی۔ آخر تھو۔"

"کہا ہوا، نہ کیوں رہی ہو؟" اسماء نے اسے سامنے رکھی۔ پہنچا پ نظر جائے مکراتے وہ کھاتو پوچھ بیٹھی۔ وہ نہیں میں سرہلاتے مکراتے مسکراہٹ روکنے کی

معصومیت کو یہ پہاڑ احساس دلانے والی سعدیہ تھی۔ اس کی اسکول فرینڈ جس نے یہ جانے کے بعد اکتوبر میں اپنے پیا کے ساتھ رہنے کے بجائے ماں کے گھر میں رہتی ہے، بڑے انوس بھرے لبجے میں ہمدردی جاتے ہوئے کھاتھل۔

”چہ چہ امید کتنا مشکل ہوتا ہو گا تمہارے لیے مہماںوں کی طرح کبھی کبھی ماں وغیروں کے گھر کچھ دن کے لیے چاکر رہنا اور بات ہے گھر ہمیشہ کے لیے اونٹے نہیں کتنا لوٹی فیل ہوتا ہو گا۔ اپنے پیا کتنا یاد آتے ہوں گے۔ ظاہر سے تم جس طرح اپنے پیا سے خدیں اور فرمائیں کیا مگر تیکھیں۔ اپنے ماں سے تو نہیں کر سکتی ہو گی۔“ بارہ سالہ سعدیہ نے اپنے تیکھی بڑی سیانی بن کر کھا تھا مگر امید کھلکھلا کے بس پڑی۔

”تاکل! میرے پاٹا تو اس وقت اللہ میاں کے پاس چلے گئے تھے، جب مجھے بولنا بھی نہیں آتا تھا۔ فرمائیں میں کیا کرتی۔“

”ہمئے امید! تم نہیں رہی ہو۔ یہ بھی بھلا بنتے والی بات ہے۔“ کوئی اور بولی تو اسے احساس، وہ اک اسے کم از کم پیا کا ذکر کرتے ہوئے آئندہ اس طرح نہیں بننا بلکہ سبجدہ سی مشکل ہتا کر اندر گی ظاہر کرتا ہے۔

”لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں تو ماںوں سے ہر بات کہہ دیتی ہوں۔ مجھے کچھ بھی چاہیے ہو، فوراً“ مانگ لئی ہوں اور وہ میری فرمائش پوری بھی کروپیتے ہیں۔ اتنا پیار کرتے ہیں لہ مجھ سے۔“ اس نے فخر بر جایا۔ اسے ان کی ہمدردی اور افسوس پوری طرح سمجھ میں نہ آنے کے باوجود کھٹک رہا تھا اور وہ اسے رشک میں بدلنا چاہتی تھی۔

”لیکن تمہاری مہمانی کو تو ضرور برا لگتا ہو گا کہ تم تمہاری آپی اور تمہاری ماماں کے گھر میں رہتے ہو۔ وہ ضرور کچھ نہ کچھ کہتی رہتی ہوں گی۔“

”انہیں برا کیوں لگے گا۔“ وہ سوچنے لگی۔ بت سوچ سوچ کر یاد کرنے لگی کہ کبھی نہیں تھے مہمانی کو کچھ برا لگا ہو لیکن مہمانی لہن او گول میں سے تھیں جو برسی باتوں

سے بھی اپنے مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔

"وہ تمہیں دانش نہیں؟"

"ہم، ڈا می تھے تو ہم۔" اس کے فوراً کہنے پر سعدیہ کے چہرے پر خیرہ چک پھیلی جیسے کہتی ہو۔ "میں نہ کہتی تھی۔" لیکن اُنکے ہی سچے ماندرا گئی۔

"مگر ارسلہ آپی اور خضر بھائی سے تک ارسلہ آپی۔ تو یہ اتنی تو شراری ہیں، دانش کھانے پر بھی ممالی کا کوئی کام نہیں کرتے۔" لئے بار تو چھب کر رسالے پڑھنے پر ممالی سے کرارے ہاتھ بھی کھا چکی ہیں مگر بھئے ممالی صرف دانشی ہیں، نہ بھی بھی بھی۔ مارا بھی نہیں۔

بھی تو دانشی بھی نہیں، صرف ماما سے شکایت لگانے کی دھمکی دیتی ہیں۔ جب میں زیاد تھنڈا یا انی پر رہی ہوتی ہوں یا گیری۔ چلت مسالہ لگا کر کھاتی ہوں یا انی دوی زیاد نزدیک بینہ کر دیکھوں۔ اور خضر بھائی کو تو ہمیشہ ہی دانش پڑتی ہے۔ پہنچنیں دواڑاتے ہیں، دعجہ سروں میں سائیل ہے چلاتے ہیں، کپڑے بھی بست گندے کرتے ہیں۔ ہم، اماء آپی پورے گھر میں واحد ہیں جنہیں بھی دانش نہیں رہی۔ ان سے ممالی بست خوش رہتی ہیں۔ وہ ان کے بغیر کہے بست سے کام کر دیتی ہیں۔ آٹا گوند ہنا، سارہ بنا، چائے دم رہنا، دھلے برتن رکھنا، ماموں کے کلف والے گرتے استری کرنا، ڈسٹنگ وغیرہ۔ ممالی تو ارسلہ آپی کو خوب باتیں سناتی ہیں کہ وہ اماء آپی سے ڈریہ سل بڑی ہونے کے باوجود سب کاموں سے دور دور رہتی ہیں۔"

"دیکھا۔" کی تو بات ہے۔ "ید مزہ ہوتی سعدیہ احبابنک اپنے اندازوں کی متوقع درستگی کے خیال سے پھرگ کا شئی۔

"اپنی بیٹی سے کوئی کام نہیں کرواتیں اور تمہاری بیٹن سے اپنی خد تھیں۔" تم ابھی چھوپی ہو، دو ایک سال میں بھجو، تمہاری بھی شامت آپی ہی آپی۔ بائے۔ مجھے تو ترس آ رہا ہے تمہاری آپی پر۔ بے چاری کانج بھی جاتی ہیں اور گھر کے سارے کام بھی۔"

"چلو چلو، کوئی نہیں۔ اپنے پاس رکھو اپنا ترس۔" ایکدم غمے میں آئی۔ "تم خود ہو گی بے چاری۔"

میری آپی کیوں ہوئے لیں اور ممالی تو ان سے اتنا پاپار کرتی ہیں، ارسلہ آپی سے بھی زیادہ۔ ان کے جو اتنے لبے بل ہیں ہیں تو صرف زینت ممالی کی وجہ سے۔ روزانہ میں پانچ نہیں کون کون سے تسلی لگا کر ماش کرتی ہیں۔ لکھا کر کے کس کے چلی گوندھتی ہیں۔ ممالی تو ہمارے کپڑے بھی خود سنتی ہیں۔ تم لوگوں کی مہانیاں ہوں گی جیلوں جیسی۔ نہیں تاخن مارتی ہوں گی، تب ہی تھیں سب لوگ ایسے لگتے ہیں، بونہ!

وہ آسمانی سے بد گملن ہونے والاں میں سے نہ تھی اور ماموں، ممالی سے تو ہر گز بھی نہ ہوتی۔ البتہ اسے پہلی بار یہ احساس ضرور ہو گیا کہ وہ باقی لوگوں سے مختلف ہے اور الگ ڈھنگ سے جی رہی ہے۔ جس کم میں وہ رہی ہے، وہی سے بے تمثلا اپنا سیاست سیٹنے کے باوجود فخریہ اسے اپنا نہیں کہہ سکتی لیکن یہ احساس بھی اس کی لامروء الطیعت اور خوش گملن فطرت میں زہر نہ گھول سکا بلکہ وہ جتنا سار پسلے ماموں اور ممالی سے کرتی تھی، اب دگنا کرنے لگی۔ اسے ارسلہ آپی کی نہیں اور بھی اچھی لگنے لگی جو اپنی ای کے اماء کی تعریفیں کرنے پر اس سے حد کاشکار نہیں ہوتی ہیں، بلکہ ڈھیٹ بن کر قلعہ لگاتیں۔" ہم تو بس کس کی ہے،" کہا نہ ہو گاتیں۔ ممالی کی بھی بھمار کی ہڑنے والی دانش پر اب وہ گھری۔ بھر کے لیے بھی منہ نہیں چھاتی تھی۔ ماموں کے لیے شام کو گھر آنے پر اماء آپی سے پسلے بھاگ کر بانی کا گاہس لانے لگی۔

وہ میڑک میں بھی جب لی اے کرتے ہی ارسلہ آپی کی شادی طے ہو گئی۔ اپنے ہوش میں اتنی قریبی رشتے کی شادی اسے بے حد پر جو ش کرتی۔

"آپی! آپ ریڈ شرارہ ستہ بنوائیے گا۔ کوئی یونیک

کی چیز ہوئی چاہیے۔ ریڈ کلر تو سب ہی دلنشیں پشتی

ہیں۔"

"ریڈ کلر تو بنا، ہی دلنشوں کے لیے سے بیٹا!" عرصے بعد ماہ بھی کسی بات میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ شادی کی تاریخ مقرر ہوتے ہیں، اکثر ممالی کے ساتھ بیٹھی زیوں کی بخواہی پہناؤں کے جوڑوں اور جیز کے دیگر

بھڑک کے بولی۔ اسے خود تباہی کرچکھے دو تین سالوں میں وہ اسے ”آپ“ کہتے کہتے ”تم“ لیکے پہنچی تھی۔

”پھر وہی بات امید!“ مانے سرزنش کی۔ ”کتنی بار کہا ہے کہ تمیز سے بات کیا کرو، برباد جھائی ہے۔“

”رہنے دیں پھوپھو! ابھی ابھی اس نے خود اپنے آپ کو ”سونور توں“ میں شمار کیا ہے۔“

”تمہاری ان ہی حرکتوں سے تمہاری رعنی سی عزت بھی ایک دن رخصت ہو جائے گی۔“ ارسلہ آپ نے دخل دیا جو آج کل اپنے ٹھقنوں، چبلے بن اور شو خپولی چکٹھول پانے کی تجویز کامیاب تو بھی ہاکام کو ششیں تکرتے ہوئے ”بڑی آپی“ بننے کی پریمیس کر رہی تھیں۔

”نه تم بات بات پر اسے جایا کرتے، نہ یہ آگے سے زیلان چلاتی۔ نہ تم اس کے نت نے نام دھرتے نہ یہ تمیں خفر بھائی کے بجائے خفر کے نجے اور آپ کے بجائے تم کہہ کر باتی۔“ انسوں نے تجزیہ کیا۔

”لو بھلا۔ اب یہ کوئی بات ہے جسے بیٹھ کے سارے رکڑ رہے ہو۔ چل خفر اش باش، جلدی سے یہ آٹھ لوپٹے رنگوں کے لا۔ وہاں چھوڑ کے مت آتا۔ خود کھڑے ہو کے رنگوانا اور رنگوائی والے سے کہنا۔ ہر لوپٹے کے پوٹیں ”لیر“ (دھمپی) بند ہی ہے جس رنگ کا روپیہ رنگوانا ہے۔ تو جو کدو رنگ کا روپیہ ہے، اس کے کنارے چینے (سفید) ہی رہنے دے اور جس روپٹے کے پوٹیں کوئی ”لیر“ نہیں، اسے ”ڈب کھڑیا“ بتا دے۔“

”یہ ”ڈب کھڑیا“ کیا ہوتا ہے اسی؟“ اس کی ساری پنجابی اس افظ کا مفہوم جاننے سے قاصر تھی۔ ارسلہ آپی تو نہیں دبائے کی کوشش میں منہ لا لوں لالیں کر میں سما کے چہرے پر بھی بدل دیں مسکراہٹ تھی۔ ”لو بھلا انگریز را پڑ“ ”ڈب کھڑیا“ کا نہیں پتا۔ وہی جو کسی سے چڑا، کسی سے کلائے چتکبرا سا ہوتا ہے۔“

سامان کے بارے میں بحث کر لی پائی جاتی۔ اسے آپی ارسلہ کے ہمراہ روزہ ہی بازار کے چکر لگایا کرتی۔ اس کے میزکے بورڈ کے پرچے ہو رہے تھے یہ بھی شکر تھا کہ اس کا آخری پرچہ بھی شادی کی تاریخ سے کوئی بیس روز پہلے تھا۔ یعنی وہ بعد میں بھی پھر پور طریقے سے ڈھوک وغیرہ میں حصہ لے سکتی تھی۔ البتہ شادی کی شانپنگ میں اس کی شمولیت نہیں ہو پائی تھی۔ اس کی اپنی شانپنگ بھی وہ لوگ کر رہے تھے وہ روزہ زبانی کا ای طور سے ضرور شامل ہو جاتی ان ساری سرگرمیوں میں۔ بڑھ چکہ کر مشورے دیا کرتی، البتہ عروی لیاس کے سلسلے میں اس کی رائے کو کسی قابل نہ سمجھا گیا۔ سب سے زیاد تاک بھومن مانی نے جنہیں کہ وہ پہلے سے بیٹی کو ”سوہا جوڑا“ پہنانے کا سوچے بیٹھی تھیں۔

”لے بھلا لال جوڑا لمن نہ پہنے گی تو کیا دلے کی تان پہنے گی۔“

”نہیں بس“ کوئی اور شیڈ ہونا چاہیے۔ آج کل ہر طرح کے ٹھریز پہنائے جا رہے ہیں۔“ اسے نئی نئی فیشن کی دباؤگلی تھی۔

”ایسا کرتے ہیں، لیکن رنگ کا فراہدہ بنوایتے ہیں۔“

”اف مانی اکیا خلی نام دیا سے آپ نے میمون کلر کو۔ ویسے آئیڈیا اچھا ہے، آپی کی گوری گوری رنگت خوب کھل کے سامنے آئے گی میمون کلر میں۔“

”وہ تو شکر ہے میری ارسلہ گوری چٹی ہے ورنہ اس کے سوال والوں نے دیتے کے لیے جو بھنڈی اور بینگنی رنگت کے کنڑاست کا انگر کھابنوا یا ہے اگر کوئی دبے رنگ والی لڑکی ہوتی تو ایسا جوڑا پس کے بھنکن لگتی۔ لو بھلا یہ کوئی رنگ ہے۔“ ”لو بھلا بھی ان کا تکمیل کلام تھا۔

”بھنڈی اور بینگن سو اتنی بکواس تین کامبی نیشن سے دیکھنے کے لحاظ سے بھی، سہنے کے لحاظ سے بھی اور کھانے کے لحاظ سے بھی۔“ خفر نے چہرے سے اخبار ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تم کیوں عورتوں کی باتوں میں دخل دیتے ہو۔“ وہ

بھی سچویش کا تصور کرنے کے بعد میں پڑی۔
”اوگاڑ! اس ڈاکٹر کا کیا حل ہوا گا۔“

”اس نے سب سے سلے اس نالی سے نجات حاصل کی ہو گی۔ بے چارہ لڑکی کے سامنے کر کری کر کے رکھ دی ای نے اس کی۔“

”لو بھلا“ میں نے ایسا کپا کھا تھا۔ اس کے سول کا جواب ہی تو دیا تھا۔ ”مملانی نارانش نارانش کی کستی اشنسے لگیں تو امید نے جھٹ ان کے گلے میں باہمیں ڈالیں اور پڑ گئی۔

”ایک تو یہ جن بار بار“ جھما ”ڈل ایتا ہے۔“ وہ اس کا ماتھا چوم کے ساری خفکی بھول گئی۔



ایسی ہی محبتیں کے گھیرے میں کب اس کے بچپن نے اس کا ساتھ چھوڑا۔ اسے پاہنی نہ چا۔ ایک تو ہ فطرتًا ”بھی کچھ سادہ تھی۔ اپنے اندر سدا ہوتی تبدیلیوں نے بھی اس کے اندر یہ احساس نہ جھاپا کہ وہ اب پہلی کی امید نہیں رہی اور اس پر اشنسے والی نظریں بھی پہلی کی نہیں رہیں۔ ارسلہ آپی کی مندی میں کوئی ان اسے اپنے شرائی پسندے، لابے شرمی بالوں میں انتہائی سحری پرانہ ڈالے، ماتھے پر پیندیا اور کلاسیوں میں درجن ورجنی چوڑیاں پینے وہ تسلی کی طرح ہر طرف رنگ بکھری لی نظر آری تھی۔ گانے کا گا کراں نے پہلے ہی اپنا گا خراب کر لایا تھا اور اب مندی والی راستہ جب بھی اپنی بیٹھی ہوئی آیا بلند کرنے کی کوشش کرتی، سب لڑکیاں ہاتھ جوڑ کے اسے خاموش کرتیں۔

”خدا کا واسطہ ہے تم تو خاموش رہو۔ ایسا اللہ اے جیسے، طمام اللہ یعنی خیلوی“ میرے ہاتھوں میں نو نو چوڑیاں ڈال رہا ہے۔“

وہ منہ ب سور کر چپ، وجاتی، مگر ذرا در بعد اور پھر سے ہتھیاں پیٹ پیٹ کر لال کرنے لگتی۔ کیسوں اتحاد میں لیے تصوریں کھینچتے ذغرنے تک ایک پکوئے چینگی سی محسوس کی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ سمجھنے سنکا۔ وہ سر جنک کر پھر سے اپنے کام میں مصروف

”مملانی کا مطلب ہے بلکہ اینڈ وائٹ میں نالی اینڈ بائی۔“ امید نے کامیاب تقریب کی۔
”بیل بیل، وہی نالی شائی۔“

”نالی سے ایک بڑا مزیدار واقعہ یاد آ رہا ہے سیارے پچھلے سل جب ایسی کوہیضہ ہوا تھا جب انہوں نے کلو بھر مول چاٹ مالے کے ساتھ کھانے کے بعد اور بے بنانہ لک شیک کا جگب لیا تھا۔“ اس نے حوالہ دیا اور جب سب کو یاد آگیا تو وہ اصل واقعہ کی جانب آیا۔

”تو جناب اسی اسی کو ساتھ لے کر اپنے دست کے بھائی کی طرف گیا۔ وہ جناب بھی ڈاکٹر ہیں اور ان دونوں نئی پریکش شروع کی تھی۔ بڑا بڑا دست گلینک سیٹ کیا ہوا تھا۔ خود بھی خاصے تیار شیار ہو کے بیٹھے تھے۔ لائٹ گرے ٹوپیں سوت، پنج کلر کی شرت اور ڈارک گرے۔ لائٹ سے گرین نجع والی نالی باندھی ہوئی تھی۔ جیل شیل لگا کے بلیں بھی سیٹ کیے ہوئے تھے۔ دپے تو نمبر سے اندر جاتے ہیں لیکن میرا نام من کر بھے فوراً اندر بیالیا۔ اسی کوئے کر اندر پہنچتا ہوں تو کیا رکھتا ہوں کہ ایک حسینہ، مہ جھنہ، خوب میں سنوری، جانے اپنا نامان کر رہی تھیں یا موصوفہ اکثر صاحب کا نناناں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان طرحدار حسینہ کو ایک دلواز مکراہٹ سے ساتھ نوازتے ہوئے سرپنچہ کو دیکھنے کی اجازت طلب کی۔

اجازت ملی تو اسی کی طرف متوجہ ہوئے۔
”آ۔ آ۔“ امید نے بھاڑ سامنے کھوں کے جہائی لی۔ ”اب آگے بھی بتاؤ“ واقعہ سنارہ ہے بولیا فلم کی اسٹوری۔“

”منہ بند کرو، علق میں لٹکے ہیگر تک نظر آ رہے ہیں۔ ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے اسی سے چند سوال کرنے کے بعد پوچھا۔ ”خلد جی! اب کو ایساں کس رنگ کی آئی تھیں؟“ اسی نے کچھ در سوچا پھر ڈاکٹر صاحب کی جانب بعد کھا پھر لان کی نالی پر انگلی رکھ کے کرنے لگیں۔

”پڑا بائکل اسی رنگ کی۔“
سب سے بے قابو قیمتے ارسلہ آپی کے تھے۔ وہ

”ہل سیسی ٹھیک ہیں، سوائے میرے“ مملانی نے ہاتھ میں رکھا فریم لور گڑھلی کارہاگا پنچ ”جب اگر میں کچھ کہوں گی تو مجھے پہنچنیں کوئی حماقی ملے گیا نہیں۔“

”چلین یکم اپ بھی کہہ دالیں۔ بلت معقول ہوئی تو ایک چھوڑ دس حماقی لمیں کے“ ماموں نے حوصلہ برخیا سلام بھی مسکرانے لگیں۔

”میرا کہتا ہے کہ اسماء کا ایم اے ہونے میں دیڑھ سلی ہی تو نہ گیا ہے۔ فوزیہ کو رشتہ ڈھونڈنے میں کوئی نہیں کرنی چاہے۔ اگر ایم اے کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گا تو خجاتے کتنا طول پھینخے ابھی سے راستہ کھلا چھوڑو اور نہ کسی معقول رشتے ہے ہل کرو۔ رشتہ طے ہونے اور شلوذی مقرر ہونے کے درمیان سلسلہ تو لگتا ہی ہے تیاری و عیوں میں۔ وقتی پچھی گمراہ ہو جائے تو اچھا ہے اور دوسرا بات یہ کہ امید کے سلسلے میں کسی کے لیے راستہ کھولنے کی ضرورت نہیں، نہ ابھی نہ بعد میں۔ وہ صرف میرے خفر کے لیے ہے اب بتاؤ“ ہے کسی کو اعتراض۔؟“

”میں اعتراض کرنے والا کون؟“ کل بھی میری بیٹی تھی، آج بھی ہے اور اگر بیٹھ کے لیے بی بی بن کے رہے تو مجھے سے بیاخوش نفیب اور کون ہو گا جو بیٹی کو رخصت کرنے کے بعد بھی اسے خود سے دور نہیں کرے گا۔“ ماموں تو نہیں ہو گئے ملائے مسکرا کے مملانی کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا اور ایثکت میں سرہادیا۔ پہنچنیں میں سلانہ تالی اسماء اور سلاوکی ڈش میں سے جن چن کر کھیرے اور گاجر کھاتی امید کے ہاتھ یکدم ساکت ہو گئے دنوں کی نظریں لمیں اسماء کی معنی خیز مسکراتی آنکھوں کی گدگداہت سے گھبرا کے امید پلکیں جھکل کے رہ گئی۔ اپنے بچپن سے داگی جدائی کا احسان اس روز پہلی بیار اس کھلی میں جاہا تھا۔

”ایک منٹ سے ایک منٹ سے کوئی میری بھی تو سن لے۔“ خفر کی اجتماعی صدائے باہر بیٹھے بڑے تو چوکھے اسماء اور امید بھی الجھ کریں۔“ پھوپھو کی شرط ہے کہ با میں سلی کی عمر سکدے

امید کو بیان ہے۔ راضی نہیں تو اگلے سال سل سک مجھے بھروسہ جوان گو کتوارہ رکھ کے آپ نے کون سے ثواب کمانے ہیں۔ میں تو تب تکبیڈھا ہو جاؤں گل۔“ ”اور میں کاؤں کی، میں کیا کروں رام مجھے بڑھا مل گیا۔“ امید پنجی آواز رک کے گنگلائی اور منہ ہاتھ رکھ کے بننے لگی۔ اس غیر متوقع بات پر اس کا فطری رد عمل بس وقتی تھا۔ وہ بست جلد شرم اور جھگک سے دامن چھڑا کے اسی بچپنے کی لاپرواںی اور شوخی کے زیر اثر گئی۔ اسماء نے حرمت سے اسے دیکھا پھر مصنوعی خفگی سے آنکھیں نکل کر ڈھنپنے لگی۔

”شرم کو لڑکی اباہر تمہارا رشتہ طے ہو رہا ہے۔ تم اندر گئے الا رہی ہو۔“

”فکر مت کرو آپی!“ آپ کا رشتہ طے ہونے پر بھی گئے لایپ لول گی۔“ اس نے پکا وعدہ کیا اور اس وعدے کے نجھے کام موقع بھی جلد آن پنچا۔



لاہور سے تیاشہد منیخ کا رشتہ سب کو بے حد ہلایا۔ یہ رشتہ نہست مملانی کی ایک سیلی کے توسط سے آیا تھا۔ جس کا خورد لا تلق فاقہ سمجھا لاہور میں اپنا بزنس کر رہا تھا۔ اکتوبر تھا، نہ کوئی بس، نہ کوئی بھلی بس، ایک یومنٹ سی جو پھرے سلی فان کا شکار ہو گئی اور اب زیادہ طے پھرنے سے قاصر گئی۔ اس نے اکلوتے کھاؤ بیٹھے گئے لیے دلمن ٹلانٹھنے کی ذمہ داری اپنی بہن کو سوئی جس کی نظر ان تھب اپنی رلنی سیلی نہست کی بیوہ نند کی خوبصورت، تعلیم یافت، سکری اور نرم مژانج بی۔ اسماء پر جا شری۔ رشتہ ہر لحاظ سے مناسب تھا۔ بس لماں چکچا رہی تھیں۔

”ارے فوزیہ! تم اس کی بیماریں کی وجہ سے تو چکچا ہٹ کا شکار نہیں؟ ماشاء اللہ کھاتا کھاتا لڑکا ہے۔“ کھر میں ہر کلم کے لیے توکر ہیں، ہل چونکہ نہانہ بھروسے والا نہیں، اس لیے کل روپی ملازمہ نہیں رکھی ہوئی۔ ویسے بھی تھمت کوئی بالکل معنور تو نہیں۔ باقاعدہ علاج ہو رہا ہے اس کا، فتنے والے ڈاکٹر سے

اساء تواج کرے گی۔ سارا اگر پہلے دن سے اس کے خواں ہو گل۔ تمام سیاہ و سفید کی مالک ہو گی۔ شاهزاد بھی اکتوبر ہے، بس بھائیوں کی محبت کو ترسا ہو۔ بڑا ہی خوش مزاج اور منہ کھے ہے۔ تم لوگوں میں کھل مل جائے گا۔ ”

”میں تپا! مجھے اس کی نکر نہیں۔ میں نے بیٹی کی تربیت ایسی کی ہے کہ وہ جس گھر میں جائے گی وہاں ساس کو میں سمجھ کر خدمت کرے گی۔ یہ تو ایک لحاظ سے اچھا ہے کہ میری بیٹی کو خدمت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ثواب کمانے اور عاقبت سنوارنے کا موقع میں رہا ہے۔ بھلے دس نوکر ہوں، میری تو اسے بھی لمحت ہو گی کہ ساس کو میں سمجھ کے ہر خدمت اپنے ہاتھ سے انجام دے۔ مجھے تو پہر رشتہ بہت پسند آیا ہے۔ پچھاپٹ صرف دوسرے شرکی وجہ سے ہو رہی ہے۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو فوزیہ۔“ ممالی کو بھی شاہزاد اور اس کا گھرانہ بت پسند آتا تھا۔ ”لایہ فیصل، آباد سے کتنا دور ہے۔ بھلا؟“ مشکل سے دخنے کا راستہ ہے۔ چالے تو ہر بہتے ملنے آئکتی ہے جیسے ارسلہ صبح کی تلی ششم کو گھر لوث جاتی ہے۔ اور دور کیوں جاتی ہو، ارسلہ کی مثل سامنے ہے۔ پیلے زکالوں کے اے بلاں میں ہم رہتے ہیں اور ڈی گراونڈ کے سامنے اس کا گھر ہے۔ پیلی کاراستہ پندرہ منٹ کا ہے اور شوکت کے پاس تو وہ موکی ہوالی سواری بھی ہے، وہ رنگ اڑی پھٹت یعنی۔ اس کے پیاو جود بہتے میں ایک دن ہی مشکل دیکھ پاتی ہوں اس کی۔ تم فیصل آباد میں ہی بیاہ کر کون سا لے اپنے قریب کرلو گی۔ ایک بار بیٹی بیاہ دی تو سمجھو یاری ہو گئی۔ ممالوں کی طرح آئے کی، ممالوں کی طرح جائے گی۔ اپنی سولت اور روگرام کے مطابق اللہ خوش رکھے اسیں اپنے اپنے گھروں میں۔ لو۔۔۔ بھلا! لوگ تو سلات سلات سند رپار لڑکیں بیج دیتے ہیں۔ صرف ان کی اچھی زندگی کی خاطر۔“ انہوں نے کچھ اس طرح کتو نہیں کیا کہ مالکوں ہی گئیں۔ ملتانی کی تقریب بے حد سادہ بھی۔ شادی دس ماہ

بعد اسماء آپی کے ایم اے فائل اپر کے ایگزام کے فوراً ”بعد ہوتا قرار یا کی، ملتانی میں امید نے حسب وحدہ خوب لئک لئک کے گانے گائے۔ اس بار اس نے تقریب سے ہفتہ بھر پہلے گلا پھاڑ پھاڑ کے اپنی آواز کا بیرونی غرق نہیں کیا۔ آج اسے سولہ سنہمار کی اور ہر سے اوہر لکتے پھرتے دیکھ کر بھی خفر کو کوئی بے چینی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ اب اس کے جملہ حقوق اس کے نام محفوظ ہو چکے تھے یہ خربنہ صرف سارے خاندان میں پھیلادی گئی تھی بلکہ لندو کھلا کر خاندان والوں کا منہ بھی میٹھا کروڑا گیا تھا۔ آج اسے ایک بار پھر شوخ میک بات اور زندگی برق لباس میں عمر سے کہیں بڑا محسوس کر کے بھی اسے ابھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ وہ تو سمجھدی سے سوچ رہا تھا کہ کاش کہیں سے ایسا میک اپ بھی ملتا ہو جائے اس کی کھوپڑی پر تھوپنے سے عقل میں امنافہ ہو جائے۔

”اگر ایسا ہو جائے تو شاید میری نظروں کے بد لے مضمون اس پر آشکار ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔۔۔“

وہ سرد تو بھر کے ان ”مکالمات“ کے بارے میں حرست سے سوچا جو ناممکنات میں سے تھے۔ نظر س تو دور کی بات خفر کے بلکے محلے فقرے بھی اس کی حیثیت کو چھوئے لغیغ اور سے گزر جاتی۔

”یہ تم نے کیا سماں کنوں والا بھروسہ بنا رکھا ہے۔“ خفر نے اسے چیزیں کے لیے کلاسیوں سے کہیںوں تک چڑھی کاچھ کی سخ اور سری چوڑیوں کندن کے گلویند اور موتویوں کے بھرے ہوئے کام والے سخن سوت کی جانب اشارہ کیا۔

”سماں کن تھوڑی میں نے تو ملک ہو ری کی نقل باری ہے۔ نی والی فلم میں اس نے بالکل ایسے ہی ریڈ سوت کے ساتھ ایسی ہی چوڑیاں۔۔۔“

”یہ نقل مارنا کیا ہوتا ہے، نقل کرنا تو ناتھا۔“ وہ نہ پڑا۔ ”تم پر بھی اپی کارگ چڑھتا جا رہا ہے۔“ ”ہائے نہیں،“ ممالی تو حد کرنی ہیں، پتا ہے ارسلہ

اعتراض کر رہا اور برسیدہ شروع ہو جاتی۔ چندی میں نہیں میں ہونے والی نتیٰ کی سلت آئی ملا تھوڑوں میں شاہ سخ سے اس لیکی روستی اور بے تکلفی قتل رنگ کا حد تک بڑھ گئی تھی۔ مینے میں ایک چکر تو ضرور شاہ سخ کا فیصل آباد تک لکھا اور کہنا اس کا یہی تھا کہ میں تو اپنی اس منتیٰ کی دوست امید سے مٹے آتا ہوں۔ یہ الگیات کہ وہ اس بیان پر ہرگز یقین نہ کرتی۔

”سب ہما ہے مجھے“ ایسا یہی ہے تو حلقے سے پلے منت کیوں کرتے ہیں کہ بس ایک بار کسی طرح اپنی آپی کوبس ایک منٹ کے لیے باہر۔“
”چپ۔!“ وہ گمراکے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ بیٹھتا۔

”وہ تو میں اس لیے۔ بھی سمجھا کرو، کہیں تمہاری آپی تمرے جلس نہ ہو جاس کہ انہیں کوئی لفڑ نہیں کرایا۔ اور یہ چاکلیش ہاکس اور کیٹ صرف، اور صرف تمہارے لیے آتے ہیں اس لیے سوچا اور کچھ نہیں تو کم از کم انہیں اپنا دیدار ہی کر دیں۔ کچھ تو تسلی ہو ان کی۔“

”آن کی۔ یا آپ کی؟“ وہ نیانیا کلنج جلانا شروع ہوئی تھی۔ شاہ سخ کی شراری میں اور بے تمیاں بھانٹنے کی تھی اور کچھ وہ تھا بھی بے تکلف۔ اس لیے مزے سے اس کے ساتھ ایک باتیں کر جاتی۔ اس کے شاخ و شریر بیکم سے پیغامات پہن میں اس کے لیے پر تکلف ڈشنا رہتی، اسے آپی تک بڑے شوق سے پسچاٹی اور ان کا گل رنگ ہو ماقبضہ حرست سے دیکھتی۔ لے شاہ سخ بھائی جلن کا درم اس لیے بھی غیبت لکھ کہ ان کے آنے سے اماء آپی بھی مسکراہا۔ یکے گئی تھیں۔ آئا کافی اچھے تھے، یقیناً ”شادی“ کے بعد مزید بہتری کا ممکن تھا۔

”تم تو سارے راستے یوں سوتی آپی ہو، جیسے میں نے خمیں سیون اپ میں نشے کی دو اپالاری ہو۔ انھوں نا لاهور آیا ہے۔“

آپی سے فون آئے کہہ رہی تھیں، چند رہی رنگ کی سائز گی پہن کے آتا اور شوکت کو وہ چوبے رنگ کا سفاری سوت پہنانا جو اس نے ولیمے پر پہنچا۔ ارے خفربرے آج تو تم نے بھی چوبے رنگ کا۔“ وہ حسب علات منہ پر ہاتھ رکھ کے نہ پڑی۔ خفر اپنے سیاہی مائل کر کے سوٹھ پر ہاتھ پکھیر کے رہ گیا۔



”امید کی بچی۔ کب تک میری امیدوں پر پانی پھیسوگ۔“ وہ بدر بڑیا۔

مخفی سے شادی تک کے درمیانی عرصے میں شاہ سخ کتنی ہی بار فیصل آباد آیا۔ آٹی شریا کے بیان کے عین مطابق وہ فطرت آنسو، گھل مل جانے والا اور ہنوز طبیعت کا تحل۔ جلد ہی امید اسے اس بھولی کی کرویدہ ہو گئی۔ ورنہ اس سے پہلے شوکت بھائی جان کے کپے دیے اندراز اور سجیدہ مرزا جی کی وجہ سے خائف تھی کہ کہیں شلوار خیھائی جان بھی ہو یہی سعی نہ لکھیں۔
”سب سے زبردست چیز تو ان کا نام ہے، شاہ سخ سنان کے مقابله کی پرستاشی ہے ان کی۔“

”تو شاہ سخ غلن گلن کی بڑی توب چیز ہے بقول ای کے ”ذب کھڑا“ منہ ہے اس کا۔ رونے والی شکل بنائے تو لگاتا ہے ابھی تقدیر مار کے نہ پڑے گا۔“ خفر کو اس کافیورٹ ہیرو نخت بر الگ تھا۔

”میرے شاہ سخ بھائی جان تو ایسے نہیں۔ وہ تو ہر وقت ہستے رہتے ہیں۔ شوکت بھائی جان کی طرح بطور تیرکر“ تری ہوئی مسکراہٹ۔ ”نہیں پیش کرتے سب نام کا اثر ہے وہ اسے فرسود نام کی وجہ سے خواخواہ کی شان دو شوکت طاری گی رکھتے ہیں۔“

”تو تمہارے شاہ سخ بھائی جان کس سخ سے شاہ لکھتے ہیں سیے بھی کوئی نام ہے۔ نکشوں میں ہٹا ہوا۔“
”اور تمہارا نام تو جیسے بت اچھا ہے، گھل سچ کے نہ لئے کا نام۔ ہونس خفر۔“

رفتہ رفتہ شاہ سخ کا خوالہ دیتا گویا اس کی چیزیں گئی۔ جسے اسے تاؤ دلانا ہوتا ہے شاہ سخ پر کوئی نہ کوئی

”مجھے تو معاف ہی رکھنا“ میں تو اس پینڈو نے کو ”شرکی مقیال“ دکھانے نہیں لے جا سکا۔

”چلو آؤ، تیکری کریں ہے میں نے“ وہ لور اسٹری سلمان اکھا کر دیتی تھیں؛ جب شاہزاد منڈ منڈ بعد ہی ولیک آئی۔ تیکری میں سوارہ تیوں تقریباً پنچ منٹ بعد اقبال بتوں کے نیست بلاک میں پہنچے۔ وہ دس مرے کی دلیل استھوری کو تھی بیٹھے سے زیادہ اوس اور ویرین لگ رہی تھی۔ پہنچنے کیلئے تھی کہ وہ تھی تحریر شدہ کو تھی بھی بھی امید کو گمراہنے میں لگی۔ شاری کے ہنگمول اور یو شنیوں میں بھی اسے اپنی ملکن کی دھشت ہوا رہی تھی۔ لور آن جھوپہ کو دو بجے میں کی پتی گرم دھپر میں اس سنبلنگی کے آخری کونے میں بنے اس براؤن گیٹ اور ہلکی بلداہی یو یو اروں والے خاموش ملکن میں جلتے ہوئے عجیب کی گمراہت کا شکار ہو گئی۔

”پہلی بار اپنے گھر کے علاوہ کیس رہنے آئی ہوں۔ اس لیے گمراہت تو ہوئی ہی ہے۔ عادت ہو جائے گی۔ آہستہ آہستہ میں کون سازیاں لوگ ہیں، آپی ہیں، بھلائی جان لور ان کی وہ بوڑھی والدہ“ لور آخر یہ میری اپنی آپی کا گھر سے۔ اس نے خود کو حوصلہ دیتے ہوئے اس گھر کے لیے مل مل اپنا ہیئت جگنے کی کوشش کی۔ مختصر سے لان سے زرتے ہوئے اس نے ایک نظر اسماع کے چھر سپہ ڈالی اور ہٹک گئی۔ وہ گمراہت خود اسٹری کے چھرے سے بھی ہو یاد رہی۔ ایک تاؤ کی سی کیفیت میں وہ ب کھلتے ہوئے ڈھیلے قدم اخماری گئی۔ شاہزاد ٹپی گیٹ چالی سے گیٹ کھول کے اندر داخل ہوا تسلیبِ داخلی لرزہ ازے کے لاک میں دوسرا چالی گھملنے ہی والا تھا کہ دروازے اچانک کھل گیا۔ سامنے نیلو فر تھی۔ شاہزاد نے سہلے سے بتار کھاتھا کہ فعل آیا آتے سے پہلے نیلو کو ٹھنڈن کے لیے گمراہی کے پاس چھوڑ آیا تھا اس کہ وہ ان کا خیال رکھ کے۔ نیلو اسکی کیا چیز ادا بہن تھی۔ امداد اس سے پہلے بھی مل چکی تھی۔ وہ فوراً اسماع کے لئے لگ کے اس سے افسوس کرنے لگی۔

شاہزاد کے چھوڑنے پر اس نے آنکھ کھولی۔ رین کی رفتار دھمی ہوتے ہوئے اب بالکل دمک ہو چکی۔ وہ اسٹیشن کی حدود میں داخل ہو گئی تھی۔ اور ایب تقریباً ریٹنے ہوئے پلٹس فارم کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ایک شوہر ایک ہچل کی ہر جانب تھی۔ چارے نامٹ فوڈ، پکوٹوں اور رسائل کے اٹاں کل گزر رہے تھے لوگ اپنے اپنے سلمان کے ساتھ کھڑے ٹھکرنا گاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ جنہیں اس رین کا انتظار تھا وہ بھاری بھر کم بیک سنجائے اندر جانے کی تیاری پکڑ رہے تھے۔ اور جو اسے عزیزوں کو لینے آئے تھے وہ بے ملی سے سامنے سے گزرتے ہر ذبیق کی ہر کھڑکی سے اندر جھاٹکر رہے تھے۔

”لاہور نہیں آیا بھائی جان! ہم لاہور آئے ہیں۔“ وہ اپنا شوہر بیک سنجاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”وف توہہ، کس قدر رش ہے یہاں۔ لگتا ہے، آدمی لاہور کو کہیں نہ کیس دھانتا ہے۔“

لاہور کا ریلوے اسٹیشن دیکھنے کا سہلا اتفاق تھا اس لیے اس کی گمراہت بجا تھی۔ وپے وہ کئی بار لاہور آجھی تھی۔ کئی قرعی عزیزوں میں سر تھا۔ البتہ ہمیں چیزوں میں ہر سلی سب بچوں کو لاہور گھملنے ضرور لاتے تھے جب تک وہ اسکوں میں تھی تب تک یہ تفریغ تسلی سے برقرار رہی۔ گر جب نظر کی گزوری کی وجہ سے ماہوں نے ڈرائیور کرنا چھوڑ دی تب سے اس کا لاہور میں آنا صرف دوبار ہوا تھا۔ ایک بار اسماع کی منانی سے پہلے شاہزاد سے ملنے کے لیے اور دوسری بار دیکھے۔ پہلے ماہوں ان تیوں بھنوں کو اپنی سونوں کی کیری میں لاد کے صبح سوریے لاہور کے لیے نہ لئے، بھی چڑیا گمراہی شدادر کے سمجھ ریس کورس پارک میں تفریغ کی جاتی۔ دھپر کا کھانا بھی لکھنی چوک، بھی کومنڈنڈی پر، بھی وحدتِ لڑکے مشور فوڈ پوائنٹ سے کھلایا جاتا۔ اس کے بعد اتار کلی، بیلی یا شدنان کے بازاروں سے شاپنگ کر کے شام تک نیعل تباہ وابسی ہو جاتی۔ خفرنے یہ دیویں بھانے سے ملاف انکار کر دیا۔

کے لمحے میں خاصی اکتھٹ تھی جسے شاہ رخ نے بڑی طرح محسوس کیا۔

”سب کچھ رہا ہوں۔ یہ زہنیت کے طعنے کیلئے مارے جا رہے ہیں۔“ اس کے دانت کچکپا کے کنے پر امید نے حیران نظروں سے دکھل دی۔ اس نے اس سے پسلے بھی اس کا یہ لمحہ ساتھا نہ یہ تیور دیکھئے تھے۔

”یہی آزاد خیالیاں تمہیں ہی مبارک ہوں۔“ اس شاید اور بھی کچھ کہتا کہ اتنے میں والش آگیلہ شاہ رخ کا تمايز از تحد انس میں سمل کلاں بلیں سانو جوان۔ شاید شاہ رخ کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ ہی روکھا پھیکارتا ہو، اسی لیے اس نے کوئی خاص اثر نہ لیا۔ البتہ امید کے لیے اپنے خوش اخلاق بہنوں کا یہ روپ حیران کن تھا۔ اس سے ذرا دری سلے ہ نیلوفر کی بھی ایسی ہی ”عزت افزائی“ ہوتے دیکھی گئی۔

”شاہید اساء آئی اسی لیے بھئے ساتھ لانے میں پھگکا رہی تھی۔ ہو سکتا ہے، شاہ رخ بھلائی جان کی ساری خوش اخلاقی و قیمتی اور بہلوں ہو۔ دیے ہے ایسے لکھتے تو نہیں مکر کیا پا۔ اور اب میرے یہاں رہنے سے ان کا روئیہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو جائے۔“ لگبراسی گئی۔ ملنکی سے شادی تک کے درمیانی عرصے میں ان کی دوستی تو رہی ہی تھی مگر شادی کے بعد ان پانچ ماہ میں اس کو اپنے بہنوں کی جاتب سے جو غیر معمول توجہ اور محنت لی تھی۔ اس کے بعد اچانک بے رخی اور بے کامگی برتبے جلنے کا خدشہ اسے ہولانے لگا۔ اسے اب چھٹتوساہو نے لگا کہ اس نے کیوں نہ اسماہ کی بات مالی۔

”میری بیکا ہوا تھک گئی ہو؟“ اچانک وہی لمحہ سارے رنج تیور بھلا کے شد آگیں ہو کر اس کی ساعتوں میں اترنا۔ اس نے کھوجتی نظروں سے دکھل دیں آنکھوں میں اس کے لیے وہی فرمی اور بھروسہ توجہ تھی، لیوں پر وہی میون مسکراہٹ تھی۔ اس کے خدا شد انوائی خودل ہونے لگے۔

”جاو، کھلانے سے پہلے فرش ہو جاؤ،“ نیلوں پر مارفنے رہے ہیں۔“ اس نے امید کے ہاتھ پر ہلکی کی چھکی

”مجھے بھی ابا کے ساتھ آنا چاہیے تھا کمر دیکھے آئیں اکلی رہتیں۔ آپ تھیک تو ہیں ہل جا بھی؟“ وہ اندر جاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”اور تم نے بغیر پوچھے دروازہ کیسے کھول دیا۔ تمہیں کیا ہے کہ ہم لوگوں تھیا کوئی چورڈا کو۔“ تینی بار کہاے، آجھی طرح اطمینان کر کے پھر دروازہ کھولا کر دی۔ اگر کوئی اندر مکس آتا تو پھر۔“ شاہ رخ کے ڈانٹنے والے سنجیدگی سے بولی۔

”آپ کے آنے کا تو بھئے پا بھی نہیں تھا۔ میں سمجھی کہ دالی ہو گا۔ وہ ابھی ابھی کونواں اسٹور سے دلیے لیئے گیا تھا۔“

”دالی۔“ وہ چونکا۔“ والش یہاں کیا کر رہا ہے۔“ نیلوفر جواب دیے بغیر کھانا لگانے کا کہہ کر بکن کی طرف چل گئی۔ اتنے میں اساء اپنی ساس کے کمرے سے آگئی۔

”می تو سورہ ہیں،“ میں نے آواز نہیں دی۔“ اور امید جو اپنی آئی کے پیچے جانے ہیں والی بھی آئی کو سلام کرنے کی عرض سے دوبارہ بیٹھ گئی۔

”مکمل کرتی ہیں اسی یہ کوئی وقت ہے سونے کا۔“ شاہ رخ نے عجب چڑے ہوئے انداز میں شوز جنکے سے اتار کے ادھر ادھر پھینکے

”آپ کو ہاتو ہے دلائیں کے بعد اسی پر غزوہ گی طاری ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر میں حاگ جائیں گی۔“ اساء نے حیرت سے اپنے شوہر کے ہٹڑے مریاج کا جائزہ لیا۔

”خوریہ والش۔“ دیے تو مہینہ مہینہ ادھر کا رخ نہیں کرتا۔ اب کیا کرنے آیا ہے جبکہ نہ میں کمرہ ہوں، نہ تم۔ اسی بھی سورہ ہیں اور یہ دونوں۔ نیلوں اور والش۔“ نیں کتنی دیر سے اکیلے۔“

”بس بھی یہ کچھی شاہ رخ،“ اساء بکلبکا بیٹھی امید کے خیال سے ناگوار انداز میں نوک بیٹھی۔

”یہ نیلوں کے تیا کا گھر ہے تو دالی کے بھی چھا کا گھر ہے۔ نیلوفر جسی آپ کی کمزون ہے، وہی دالی کی بھی ہے۔ پہاڑ نہیں آپ تھیں اسکی زہنیت کیوں ہے۔“ اس

لہسٹل پتی تو مل کوئے میں جائیں جسیں لور ہر ہر دن
بعد کوئے کی حالت میں ہی ان کا نائل ہو گیا۔

اسے لاہور آئے ایک بخت ہو رہا تھا، تن حسب
وہ شادی نے اسے دیتی کرو کہ بزرگ کے قدم لارز
سیلے۔
”تم یہ نسل کی دیانتیں کی در خاست میں نے
ہولی ہے ایک ہمیں سفارش بھی ہے۔ جس کا نجع
میں کوئی اور جو مفہوم لیتا ہوگی، اسی کے مطابق
تسلیمیں کر دیا ہوں۔“
”بیکیش تو وی رکھوں گی جو یعنی تبدیل میں
حتھے۔ ایک سلیکن وہی پڑے ہیں کہ انی اور
کلچ کے پڑے میں آپ جلتے ہوں گے کہ کتنے سا
بھتر ہے گے۔“

”میرے خیال میں تو گیرگ دلا بھتر ہے گے
میرے اُس کے راستے میں پڑتا ہے صرف لکھے ہوئے
حیثیں راپ کرو کر لے گا۔“
”واہی بھی تو اسے ایکیں آتا ہے صرف سچ
کی سوت کے لیے اس کا اغذہ اس کلچ میں کیا
کرایا جائے میرے خیال میں لاہور کلچ یا کوئی
یعنی نیک رہیں کے وہ لوادیں کے، تراہی سے
چلی جایا کے گی اور آپ کو پریشان بھی نہیں ہوں گی۔“
امام سعد علی روا

”مجھے کیا پریشانی ہوگی اور یوہ سر کو بھی میں ہی
سوت سے اسے کرم جوڑئے آسٹھاں ہوں گے جو
مٹت کی ڈرائی ہے، اسی بملے میں کرم پتھ بھی کریا
کر لے گے۔“
”اس سے پہلے تو آپ بھی کرم پتھ کرنے تھے۔ ان
سیکھ ہوئے مگر کب سے کرم ہی ہوں کہ پتھ ہمہ کہ
کوئی دیر کے لیے کرم جایا کریں۔“ وہ شاکی بھی من
یہیں تو شادی نے اس کا تھا کہ پتھ کرنے پر ایر بھایا
اور اس کی ہمیں سلاسل نہ لگا۔
”جب آیا کروں گا میں جان ابھی احساں ہو رہا ہے

میری تریکی کوشش ہے کہ ہمیشہ خوش رہے لوارے
خوش رہنے کے لیے مجھے جو بھی کرنا ہے، نہ کہے
یہ ووئے کا سفر توبت معمول ہاتھ ہے۔“ مجتبیاں
تکوں سے اسماہ کو دیکھتے ہوئے کہتا تو ماوراء الصلی نہل
ہو جاتا تھا۔ نہت مملکتوں پا تھے نکرید کارم پڑھے لگ
جا تھے۔ اکار سل وہی موندوں ہوئی تو اسماہ کا چوپ و کوچنے
کی کوشش کرتی۔ جلد نہ اتنی محبت کے سپاہیاں اور
ساخت احمد سے پھیلنے والی سرت کی جگہ ہوتی
نہ قدر غور کی پرچمایں۔ ایک تھاتی ہوئی سرفی
ضور ہوئی تھے اسید اس کی پرانی شرمہ بھجکچے محمل
کر لے۔

”گور میں کون سانقص میں رہا ہوں یعنی تو یہ
کہ اسماہ سے زیادہ میں خود میں آئے کے لیے بے
تم ہو تاہوں۔ اس سب کی بھجوں کے لیے اور اپنی
اس گزیاںی دوست کے لیے“ وہ اپنے پر ابر قشی اسید
کے شلنے پر باند پھیا لیتا اور اسماہ کے چھرے کی
تھاتیت میں مزدا منانہ ہو جاتے۔

”میدا بیرے لے ایک کس جائے ہو۔“

”اُنیٰ بھی سب کے لیے ہنالی تھی تو آپ نے لی
سیں کہ گری کی وجہ سے میں پھوڑ رہا۔“
”بھی سمجھا کو اسماہ“ میکے ”تلی بے لاذ انہوں اما
اور خاطرداری کو اناہیں کا حق ہے۔“ شادی کا باقاعدہ
اس کے شلنے سے ذرا نیچے پسل جاتا لورہ اس کی
پشت سلاطت ہوئے اسے اتنے کی جاہز دیتے۔

”جاو بھی خوب خاطریں کرو اپنی آنی کی سچھانیز
خاکسار پر حکم چاچا کے انہیں علیت ہے۔“
ایسے ہی ایک روز وہ سارا طن گزار کے ولہن کی
شوت کر لے اسیوں نے اسماہ کو جگرنا مناسنہ سمجھا
کہ ابی تو اسیں کرم پتھ بھی زیادہ وقت نہ ہو اس کا
یہیں جب ساری رات لہسٹل میں گزارنے کے بعد
بھی ان کی حلات نہ سنبھلی لورڈ اکٹز نے برین یہ بین
ہوئے کا ندیش ظاہر کیا تب خعت نے صبح لاہور فن
کرو۔ بے حد ہر اسلام اسماہ جب شادی کے ہمراہ
کرو۔

لابا! تھوڑے رہتی تھی منہ پر۔ ایک تم ہو، وہ چوہ جو ملے
کلاب کی طرح کھلا کھلا سارتا تھا۔ اب رسول کی
طرح پیلا پا ہوا ہے۔
”یہی سری مل۔ تج پہلی بارِ محفل کی تیہی
ایسے شامرانہ انداز میں کی ہے۔ واد لف اگیل۔“
خعت نہ تلی بھاک کو لوری۔
”ورنہ میرا خیال تھا، اکپی نہو کمبویں ادا کریں
کی۔ نہ لڑکی طریقہ تو فکونے نہیں بھیر سکتا،“ پھول کی طرح رہنے لگا۔“

”پس پرے ہٹے پار سے بات کریں گے۔ ایک
لیکن سب کے المیہن کے پوچھو دے اسماہ بے ہمیں
عمری۔ میں واجہ تھی کہ دسرے شرمنیں ہوئے کے
بیرونی دس باندروں میں ایک چکر ضرور لگایا کرتی۔
بھی ویکلنڈز آئی تو رات بھی رک جایا کر لے ساہاکی
طیعت بھجنے کے جانے، بھلی جاری تھی پھر بھی
انہوں نے دبے الماناظر میں سمجھا۔
”جسے تو خود ہر وقت تمارے آئے کا انتشار تھا
خیر اتفاقی ہے کہتا تھا، رائے قائم کرنے میں بھی
جلد باز اسی تھی لور رائے تبدیل کرنے میں بھی۔“

لماکی طبیعت تو بے خراب رہنے کی تھی۔
جب اسماہ کی شلیکی کی تیاریاں نہ مدد پر گئیں۔ لیاں
اکثری شوت کر جاتے۔ اسماہ پلے ہی جدالی کے خیال
سے دھی تھی، اب ان کی پریشانی کے ساتھ اور بھی
تساری ضرورت رہتی ہو گی۔ شادی کا باقاعدہ
مشکل ہوتا ہو گارڈر روز کام چھوڑ کر۔

”اُنکی بات نہیں ملا، اسی باتا ہے بھی ہیں۔ ایک بخت
گزرتا ہے تو خود ٹوک دیتی ہیں کہ میں یہی کیں میں
تھی اور میں کون ہمازیاں دن رہنے لگی ہوں۔ ایک بن
کی بات ہوتی ہے، نہ مازہ کو ٹوک لیتی ہیں۔ ان کا
پرکھائی ہوئی رہنے لگی۔ مغلان باراٹوک پیش کی۔
”تو مغلان شلیکی سر پرے اور اس لذکی کا ماملہ دھو۔
ارسلے کے بیاد کے وہ فیجب تھے تو یہی بھی کی
ملا تھی جو لب فوڑی کی کے سرف بھی کے در
جانے کا نام نہیں ہوتا بلکہ اس کا گھر بیس جانے کی خوشی
بھی ہوتی ہے اسی بیکن میں ٹپنے پر شرس او توپ پر نیچے ہو
تھی جیسا کرتا ہے تھی خاکولا اپنی سدھ بدھ بلاۓ
کی لور اپنی بیکم کی پریشانی کرنے کے لیے یہ
پھرے کھانا ہاں ہو۔ ان رذوں کی تھیں خود تو جو دنیا چاہے ہے اپنا
چھرے پر تشرکی پرچمایں دیکھیں دیکھیں جائے کیا
خیال رکھنا چاہیے۔ ارسلے کو نہیں دیکھا تھا، جائے کیا

”اُنچی اسی بیکن میں ٹپنے پر شرس او توپ پر نیچے ہو
کی لور اپنی بیکم کی پریشانی کرنے کے لیے یہ
پھرے کھانا ہاں ہو۔“ بھی بھی سے اپنی بیکم کے ہاندے
چھرے پر تشرکی پرچمایں دیکھیں دیکھیں جائے کیا

بھی سوت سے انکار کر دیا تو انہوں کے کسی بود کرام میں شال ہوئے۔ بھی بعلکا کامنہ بنا کر روز کے لئے ساتھ نہ جائی۔ بھی تھن کو وجہ پا کر واک یہ نہ نکلی۔ اس نے شام کو بننے کے کاموں میں بھی تھوڑا بست حصہ لیا شروع کر دیا۔ اسہ کو اتنی پرچشی کی وجہ سے انکل گری پلے سے بھوکے ہی کامیں کیں۔ اس نے چولے کے آگے آتے ہی اسی کامیں کا اسٹریٹ ہو جائی۔ اس نے تکلفا بھی امید کو یہ تپیل دینے سے منع نہیں کیا۔



"اے کہبیت تیر ہمارا"

لہجے میں کہا گرم کر دی جب شہزادے کیچے سے ہر اماں ایک سوال کیا۔ "آج خلاف معقول ہمارے ہی افسوس سے آگیا تھا۔ امید کو بھی کامیں سے آئے پڑنے میں منٹ ہی ہوئے تھے۔ اسی اس کے آئے ہوازے لاک کرنے کی بادیت کرتے ہوئے کل کئی اسہ اور آٹھ حصہ مفہول بھر کی نیڈرے لے رہی تھیں۔ نیکی میں کامی ہوئی امید، دینا پر تو ہم شر کے دعے کمالی اور گری سے خوب کلی چاربجے کے قبیل چھتی تو ہم خارم پتھن کرنے کے بعد دھپر کا کہا ہاٹھ نے اور غیری تھانہ ازاں لوا کرنے کے بعد اتنا وقت نہ رہتا کہ دھی کچھ دیر سو گرگری کی ہدھی ہوں کی یہ روایت بوری کر سکے اس نے کل کی میں پوڑے کھائی تھے۔ اس نے ملاوی کی پیٹ سانے رکھ کے اپنے لئے لکھا ہئے تھی۔ جب شہزادہ وقت سے تیریا ہو ڈھلکنے پلے ہی آجیا اور آتے ہی کھلنے کی فراٹش کی۔

"جی ہمارا جان پوچھری۔"

"آج تن کل اتنی چھ بج کیل رہتی ہو بلکہ یہی کھنڈا ہے کہ اس طرح کٹ کے کیا ہر ہتھی ہو۔ تین دن سے ہمارے ساتھ واک۔ بھی نہیں کھنڈا ہے تو سونا۔ بھی ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ تین کو سونا ڈنر۔ بھی ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ تین سہاری آپنے تو تم آپ کلپا بندیاں نہیں کیں۔ اس نے خود کو سیٹ لیا۔ اب ہدودی

سرہستین کر دکھلایا تھا۔ اس کا مطلب ہے تو میں کہ جس دبی ایک دو سل کے لئے بیچ کر ہم شہزادی نہ موت دے سوت بدرا ہو گئے ہیں۔"

کرتے سن کر امید کا سارا جوش جماں کی طرح بیٹھے

گیا۔ "سیڑا مطلب نہیں تھا میلان۔ اور میں نہ کہ

ماہا چاہنے ہی مجھے ضورت تھی کی چیز کی۔ یہ تمہاری جان نے منع بھی کیا تھا۔"

"مجھے تھیں ہے تر آئندہ احتیاط کرنے۔ شاداں ہم سے

و خود کو کی خالی نہ کرے گرل کو اس کے خالدیوں سے

انھ کر کوئی امتراض کر سکا ہے کہ اسہ اپنے میکے کو بر رہی ہے۔ اب تم ہی ہو گئی ہو، ان نہ کتن کا خالی رکھا کرو۔"

"میں اچھا ہو۔" بھی ریور کھنے کے بعدہ نہ صرف مملنی کی اس آکیدہ کی وجہ اچھی طرح جان بھی تھی بندہ اس

کی بھجی میں ہمارا کارویہ بھی کو کچھ آٹھ لکھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اسہ آئندہ ہو گئی میرے

یہیں رہنے پر امتراض نہیں تھا۔ صرف اسی بنتے

درتی ہوں گی کہ سرال میں ان کی پوری شش نگورنہ ہو۔ ویسے تو آٹھ کارویہ میرے ساتھ بت اچھا ہے

بیٹھ پارے بات کر لیں ہیں اور ہلاکر میرے آئے۔

بھی خوشی کا انکسار بھی کیا تھا۔ مکر کی تربت ہو گئی تو آئی

بھی مجھے نوئی رہتی ہیں شہزادہ جعلی میرے ساتھ تو

نیک بکہ بنت اچھے رہتے ہیں میں لکھنے رہتے

واردیں سے اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں۔ یلو گری بھی

اس بود نمک شاک بے فرشتی کر دیا۔ فسر آئے تو

آپنی کو بھی کمری کمری شاول کتے ہیں۔ یہ ہو کی کھنڈا

لکھاں اور سوت کا پہنچاک ہوا درمیں بھی نہیں

آجھا۔"

اکبار پھر اس گمری پوواریں انجیں انجیں سی

کئے گئیں۔ شہزادہ کی عجیبیں "عویمات" محسوس ہوئے۔

اب تماری آپنی کے سارے کاتھنیں اور ملے گا نہیں۔"

اس نے تقدیر کیا۔ "تمہی اس نے پسند کرو۔"

اہا۔ ملے ساختہ دوپٹے پھیلا کر اپنے نہود میکو پیدا کرتے ہوئے نظریں پڑاں۔ ایسے نہ بھی اس کی

میں زوال کر اس سے درستی سے کملہ چپ چاپاں جاتے کلاؤک کھول کر اترنے لگی۔

"توبہ۔ شہزادہ جعلی جان بھی بس۔ ہر وقت

میں اور بھی ہر ہم کا ہر کسی کے مانستے۔"

اہی رات ملکی کافون آمید

"بپے اچھے پرست ہے ہیں۔ ہدو سو سوت تھیں جوں

کے لئے بھاری بھوں اور سفید لکھن پر کڑھائی کروائی

ہے۔ تیرے لئے ترویزی رنگ کی اور اسہ کے لئے کئے رنگ کی۔"

اپنکر تون قاشا شاوخ نے ان کی اس بات کو خوب

انجوانے کیا۔

"واہ۔ کھارا بگ۔ پھلک سمع انتقب ہے آج

کل دیے بھی آپ کی اس جھانگی کامل ہر وقت کئے کو

پھکارتا ہے۔ یہوں ہمیں ہٹھت مرمڑا۔ گینو دغیو تو میں

لامائی رہتا ہے۔ خالیت تیک کھارا بگ۔ بھی پہنچے

سے طبیعت میں افتاب ہو سکتا ہے۔"

چاہوں اقا شاپنگ کرنے کو لیکن شہزادہ کے شاپنگ

سینز کے آئے گا زی بارا کرنے۔ وہ اسہ کی خاموشی

و دکھ کر خود بھی جب رہی۔ شہزادہ کے کسی اندازے

نہ لگ رہا تھا۔ اسی گفتہ بھر سے وہ اکھڑ کا بھاہس

وقت وہ بھلائے چکتا بواہے والٹ سے بھی

فاضی کے ساتھ فوت نہیں کھل کر لانا رہا تھا۔ اسید پھم

بھج۔ بھی رہی تھی۔ اس کا خالی تھا کہ شاید وہوں

اسے ایک توہ سوت لے دیں کے لیکن جب شہزادہ

کے لئے بھی دیے ہی پرست کا سوت نکلوانے لگا توں

اس بات کا جواب اسہ اک دھاکے کے ساتھ دیوانہ بند کرنے کے علاوہ اور کس طرح دے سکتی تھی۔

اہا۔ ملے ساختہ دوپٹے پھیلا کر اپنے نہود میکو پیدا کرتے ہوئے نظریں پڑاں۔

"توہبہ۔ شہزادہ جعلی جان بھی بس۔ ہر وقت

میں اسے گھٹا تھا کہ اسے شاپنگ کرایا ہو۔

"شاپنگ بھجے بھی کرنے ہے اسکے کلیں کے اور رہا خوار بہنے کا بول۔ تو خوار تو میں بھی ہو رہی ہوں۔

اچھا ہے۔ تیرے ساتھ بھلے بھلے بھائی۔"

"مہلکی جان اسیں پٹھی بھوں آپنی کے ساتھ۔

بھی آپنی نے کامنا کا ان کا خالی رکھنے یہ نہ ہو دیں

ان کی طبیعت خوب ہو جائے۔" اس بات پوچھنے کے

خوف سے چل دی سے کہتی اس کے ساتھ ہوں۔ آج

پھل بار اس میں فلورس دار اسے شاہزادہ لگدا تھا۔

وہ اپنے چل دی سے کہتی ہے شاہزادہ کے شاپنگ

سینز کے آئے گا زی بارا کرنے۔ وہ اسہ کی خاموشی

و دکھ کر خود بھی جب رہی۔ شہزادہ کے کسی اندازے

نہ لگ رہا تھا۔ اسی گفتہ بھر سے وہ اکھڑ کا بھاہس

وقت وہ بھلائے چکتا بواہے والٹ سے بھی

فاضی کے ساتھ فوت نہیں کھل کر لانا رہا تھا۔ اسید پھم

بھج۔ بھی رہی تھی۔ اس کا خالی تھا کہ شاید وہوں

اسے ایک توہ سوت لے دیں اور آپنی کی بکت کر دیے ہے۔

اہا۔ اس نے اپنی سرشاری اور جوش بھوٹیں یہ کے

محسوں نہ کیا کہ ملکا بکدہ خاموش بھوٹیں یہیں۔

"پھر بھج۔ کیا ضورت تھی ان کا لئے خراہا کرائے

کی۔ میا! تھیں کچھ ہاٹے ہیں۔ کامی بکت کر دیے ہے۔

جاں ہوئے۔ تھیں کے ملکا بکت نہیں کے لئے لٹا سے سلواد۔

بلکہ آؤ۔ اس طرف کوہریہ میڈ سوت بھی دیکھ لو۔

انداز لریدنے والا تھا۔

”اچھا۔ میں نے تو سوچا اپنی آپی کو بیے ہوں کے کہ جیسے سلوانے ہوں، سلوادیں یا پھر فعل آباد ممالی صاحبہ کو فون کر کے مشورہ مانگا ہو گا۔“ انداز سراسر چڑھنے اور نہ ان اڑائے نہ والا تھا۔

”اُسکی بھی بات نہیں جناب! اب میں بڑی بھوگئی ہوں۔“

”اچھا۔ کسی نے بتایا۔ یا خود ہی پا چلی گیا۔“ سرسراتے ہوئے لجھے میں یہ ڈنکار تاقریب اس کی ساعتوں تک پہنچا تو وہ جیسے کرنٹ کھا کے پیشی۔ وہ الٹیں ٹکڑے بولنے سے منہ لگائے مانی پی رہا تھا۔ بولنے والبیس رکھ کے اس نے ایک حیران ٹھرا میڈ کی پیشی پھٹی آنکھوں پر ڈالا۔

”یہ ہوا تھا ضرور تمہاری آپی نے اڑائی ہو گی۔ اسے ہی شوق ہے بڑا بننے کا۔ خواجوہ میں تمہیں بھی غلط نہیں میں جلا کر دیا ہے۔“ وہ سکراتے ہوئے اس کی جانب بروحات اس کے مخدود بیوں نے پھیکے سے انداز میں سکرانے کی کوشش کی۔

”کون کھتا ہے، تم بڑی ہو گئی ہو۔ تم تو اب بھی وہی منہی سی منی ہی گزیا ہو۔“ اس نے اس کے گری کی حدت سے سختائے رخسار تھیسا کے کھا۔ اسید کے دل کو ابھی لمبے بھرپولے جو دہم چھوٹے گزر اتھاں خود ہی اپنی اسی بے معنی سی سوچ پر نادم ہو گئی۔

”تم پہنچتے ہوئے“ سکراتے ہوئے ہی اچھی لگتی ہو۔ تمہارے سکرانے کے دن ہیں، کسی کی بے جا نصیتوں سے متاثر ہو کر اپنے بیوں سے یہ خوبصورت سکراہٹ مت الگ کرنا۔“

وہ سکرا کر اثبات میں سرباانے لگی تھی کہ شاہینخ کی لرزتی انفلیاں اس کے رخسار سے ہوتی اس کے بیوں کو چھوٹنے لگیں۔ اس کاہل ایکدم سکڑ سا گیا۔

”آپ۔ اس وقت۔؟“ جھاکے اساء کی آواز پر وہ واضح انداز میں گڑ پڑایا۔ اسید کا سکرا اسٹناد حشت زد مل، یعنیں اور بے یقینی کے درمیان بندولے کی طرح نکلتا ہی رہا۔

”ہا۔۔۔ میری طبیعت نہیں تھی۔“

”نمیں، اُسکی تو کوئی بات نہیں۔ آج کل میست ہو رہے ہیں، اس لیے زیادہ نامم اسٹریز کو دیتی ہوں۔ آپ لگی میٹھی پیٹھی کے یا نمکین۔“ اس نے ٹرے میں روٹیاں پیٹ کر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”اسٹریز کو تو نہیں، البتہ دیکھ رہا ہوں کچن کو زیادہ نامم دینے لگی ہو۔ تمہیں کیا ضرورت ہے ان کاموں میں الجھنے کی۔“

”گھر پہ بھی تو کتنی تھی بھائی جان! بہت آرام کر لیا یہاں۔ اس طرح تو میں تھکی ہو کے رہ جاؤں گی اور آپی کاہلی پی بھی بہت اور بہنے لگا ہے۔ سارا دن یہے چاری کسی نہ کسی کام میں لگتی رہتی ہیں، اس لیے کافی سے آنے کے بعد میری کوشش ہوتی ہے، انہیں کم سے کم کام کرنے دیں۔ آپ کو ہاہبے پرسوں سے کی برتن دھونے نہیں آرہی تھی۔ آج ماہی پا کرنے مگنی تو اس نے صاف جواب کیا۔ بھیجا کہ اب وہ کام پر نہیں آئے گے۔“

”ریع کرو۔ صبح میمع ویسے بھی اس کی منحوس کاہل ٹھکل دیکھ کر میڈ خراب بوجا تھا۔“ نہ سلسل دی اچھنیتی اسید پہ نظریں تھائے ہوئے تھا۔

”ہائے اللہ۔ ایسا نہیں کہتے بھائی جان! امورت ٹھکل تو اللہ کی بناہی بولی ہے۔“ اس نے پلٹ کے ٹرے میں راستہ بھی رکھا۔

”دیے ایک بات تو بتائیں، ان نوکرائیوں کو یہاں تکلیف کیا ہوتی ہے۔ آپ بتا رہی تھیں ان تیچے مینوں میں کی جو تھی مازمہ تھی۔“

”بھولی ہو گئی کوئی تکلیف، سب سے زیادہ تکلیف وہ چیز تو تمہاری آپی خود ہے۔ اتنی ذات فیٹ اور کڑی تھیسید کے ساتھ شوہر تو گزار اک سکھا ہے، خواہ دار ملازم نہیں۔“ نہ فرتنے کھولنے کے جائزہ لینے لگا۔ اسید چولہا بند کر کے فرائی چین و غیو سینک میں رکھ رہی تھی جب اس کی آواز سنی۔

”تم نے وہ کپڑے سلوالیے؟“
”ہل تھی، ٹیکر کو دے آپ تھی۔“

تند۔ اگر باقاعدہ
نہ ہوئے کے پر اپنے تابعیں مختصر امیدیں اپنی شوری
نہ ہوش بھی شامل نہیں۔ پھر کے مرمرے تیار درود اور
حقیقت کا بازار اپنے ایک قلی بھٹکیزی پر قائم۔ اس اور ان
دو کوں کے برابر مد اصرار اپنی ماس کو بھی دبیں لے
جاتا ہا۔ حقیقت کی اندازیں اپنے چار راتاں کر کر شدید ہیں،
اوڑتے اور
”بہتر کسی صادرت کے اسی پیڈ سے انہوں کو باہم
ردم کرنے کا ماننا میں وہ اپنے باشی ہیں۔ تینی ہمارے
حکم بیں یہی بنیشیں کیں۔
”بڑی رشتہ اور اکائی ہوں گے۔ عمرتے بعد ان
سے مل کر اپنی امداد کے گھر مل ملا اب ہے۔“
”تمہیں یہیں ہوں خود۔“

”میں کب ذائق رہا ہو۔“ بدلے میں بے ک
ہاری شلوہ ہونے کے نہیں میں رہتا ہے اس
لئے تمارت سوال ڈاپ بیٹھا۔ ”تھاتے“
اور وہ چاہجے ہوئے بھی اس سے یہ کہ عکی کر
اگر سیرت پہن آئے کی میں ایک صورت ہے تھا
اسی صورت کا لمکن پیدا کردا۔ ”
مکن کافون ۲۰۰۳ء میں بھائی کو پڑھ
خداڑا۔“ اس نے ریسم رکھتے ہوئے ڈاپ

دیا۔ سرف نہ رہی تھی۔ جب بھئی مسلمی ۲۰۷ ملک نہ رہی تھی۔ مسلمی اور ماں نے دوس دنیوں بھی تھے ۲۳۔
میں۔ بس دنی تھل۔ اس نے نبائے کیں جھوکتے ہوئے اندر چڑا کے گلہ ٹھپا۔ وہ کھو گئے بھتل بان سے ٹھر کے فون
نازک رست کریں۔ میں لہن کمپ ہے جیز نہ اور توجہ کی ضرورت تھی۔ کھرتہن کے آٹو ات بلور کارہے تھے کہ ہے۔ آکید کسی خاص وجہ سے کردی ہے۔ امید سرہا کے نہ
بماہ اللہ اکی تھر۔ اپنے بخوبی سے کھانا کمالی

۳۰) اپ کا ہایکیاں نہیں ملے۔ کوئی اپنے بھائی کے لئے کوئی اپنے بھائی کے لئے کوئی اپ کا ہایکیاں نہیں ملے۔

ہائیکس نے ہے بیوی پر میت بگا۔ ۱۱۰ کھو جیتا ہواں
سے اس کے گم سفر کروانے مک میں پہنچتے باشی تھے
میں لٹھتے ہوتے ملے کو دیکھنے لی۔ شاد میش
پاکبھاؤ آجے کر کے جوئے اگا۔
سمحت بھوک گئی تھے۔ بھی آر اسائیڈ ۶ جولائی
ماہ تھا تو جو لیٹ دد۔ ۳۰ نومبر ایسے ٹھیک ہے مک
لے کے زور ک مرغ باقاعدہ تھا۔ ۲۰ جولائی کے مل
تے بے تینی کی یا ارکی جب سر کھا شدی کو دیا ہوا
تھا۔ باقاعدہ میں پڑا بگ بخنے کے انداز میں کافہ سحر
رکھا۔
یعنی جو امید آرام کرد۔ میں کھانا دے دیج

وہ تریٰ مرے نڈوں سے اب کمرے کی پیچے
بیٹھتے گئے۔ انہیں بُشٰ پا۔ اور نے اپنا گلی ذریعہ میں پہنچی
کیا۔ اسی کی سی پہنچادتے ہوئے کہہ دیں گے۔
”تب کی جو کہ قتب بیبعت بزرگ نہ گئی تھی۔
لیساں ہو کر بد نہیں ہو جائے۔“

”تھی ہو۔“
 اسے دبکم لور بے چنی کے اس دھون دھون
 ہل میں ڈھنکی تو از سی ماں نہ گئی کہہ تند کھلے
 ”میرے سے؟ کیا تم پہلے فون سیں کر کتے
 تھے؟“ بجپ سائٹھو گر کھلے۔ اک اپنے پان کے
 اسماں نے اس کی پہلی نہ کلی سمجھے۔ ذھرنیں
 پڑا۔
 میکس کریں ہم تھاں سے؟ بغیر طلب کے قائم
 کسی ہو باد بھی نہیں کر سکتے۔“
 ”میکس کیا فرم وہ سکا ہے فون تم نے کیا ہے۔
 حسین کوکی مشتبہ ہو گئے بغیر طلب کے قائم بھی نہیں
 کو یار نہیں کرتے مٹوارا جا۔ ڈھنایا۔
 ”نسک۔ حسین تو بغیر طلب کے بھی بھی بھی
 یار کر لے ہو۔“ تو اپنا کس کردار اسماں کے بیتے اس کے
 مگر کئے کا اتفاق رکھتا ہو۔ ”مگر اسی بات سرف
 نعموں کے عی اسے کل کا گھنٹہ تھے ہوئے بھو بھو
 سے بالے۔ ”سب تو میں ہیو گئی ہو۔“
 ”غصو کئے ہی اسے کل کا گھنٹہ یار آیا۔ اس کو

بھپھو کوتھی میں نے دکھانیں پایا کی تصویر
ویکھی سئے مجھے دہمیں لگا کر میرے خل ان سے لتی
بے بن لی تھی بڑی بڑی دہمیں بھی کہتے تھے تا نہ رہتا۔
لیوں اپنی کھل کے بنس پڑی۔ سائیں والی وہ میں
بیکھی ڈبر رک کے بنس پڑی۔ سائیں والی وہ میں
اسے بیسی نکلوں سے گھوڑا۔ وہ فراہم مدد ہوئے۔
کے سید می ہوئی۔ البتہ شری مسکراہت سیاہ آنکھوں
سے اب بکھر کر رعنی کر رہے ہیں اپنی ہی بات ہے۔
مکھنناہ ہو رہی ہے۔ نیٹھے پھر سر کو ٹکی کرے۔
”میں مددات اور مددان کے دوسرے سے کہ رہی
نہ۔ کرتا صاحب بھی ہو کے افشا فرہانت کا حصہ
کی نہیں اس کا خالق قابکلی اپنی نئی نیکنگے دو
بھی نہیں اسے یاد آیا تو ہم بھی کہنے والے میں کے
کرتے شامیں فریاداں اسکی لینے آیا تھا۔
”صرف بیبی اونچل کے حالے میں بھی اور قسم
حالے میں بھی بھی بھل کے حالے میں بھی اور قسم
کے حالے میں بھی۔“

"بل، حیث بھی ہے تب ارسل آپ سے ملی
یہیں؟ سب کتنے ہیں ہمیں مار دیں ہو یہاں بھی
لے کر مدنگ میں باڑائی۔
ہمیں کسی دیکھ لی آپ نے اس کی متن مغل
اور قسم میں دیکھ تو یہ تمیل بٹلے مذاکی طرف
کو کو

”ایسا طلب ۳۰ روپیہ
جس یونیٹ میں نے انہوں لکھا کہ تم دو سو لاپتہ
ضورت سے کچھ زیادہ علی تھار کرتی ہو۔“
امید بھگی خاک بھی نہیں البتہ سر ضور باریا۔
اس شہرخ کے اس بیان پر کچھ کچھ یقین آئے اگر کہ
بلد فک کا کچھ کم کہا جائے۔

نیکوں کا دل صدیقی دلت
جب ہے تم مجھے اپنا میں جانتے ہمیں میلات
اور جب تھے ہم نہیں بنتے کہ جانتے
نیکوں نہ جائے گی فشنل بات مت کو شلو

تسبیحات ہاتھے کا کہ مشائیں میں کہ چمگی ہوں۔
”نہ انگریز کریکے ہے الک فنا نہ مر توں کو ان
سرخِ آنکھی نہ پورا ملیں یا۔
وہ اپنے نہیں ہو۔ لیکن انگر کوئی نہیں سیرے مغلیق
تمگر اچھائیں بے ایں لشکر میں۔ لی ہیجے۔

کے مل بھی جملہ کئے ہیں۔ مجھے میں کریا ہی زی
ہا! قُلْ ہوں۔ لِمَا ہوں۔ یا تعریف کرے ڈاک۔ میں حد
بے کہ وہ ایسی خطہ کو اس یوں اگر کہی زندگی ملائی
سے زیادہ بخانات اور سکونت ہوں تو تم فرمائے مجھے جانتے کا

وہ اک راگہ کی بہت سی بھائیں اور سرخیوں اور سیاہیوں میں
بنا کر اپنے بیویوں کے تھیڈے سے نیلے سلاہوں میں
ایک دین - نما سنی میں ایک اے کرنے والی خبر فڑی
تھی۔ لہے اب رہی کسی کرہنگی بودی ہو رہا تھے مگر

نہیں مل سکتے۔ اسے بھک سا ہوا بیسے نیلوفر نے
اس کی سوچ پر عمل ہوا۔

بہکارا بمرا۔
۳ ایک دن کی صبح سے کوئی نہیں تھیں پڑتے۔
”لہلہ“ ایک مسلسل گمراہ کے گمراہ کے بے
اعتبار اس اہم کوپار بیسی۔ پھر میں چالنے پاتے ہوئے
یہ بجٹ من روی تھی اور جہاں ہو روئی تھی شادی
تھے بارے میں تو اس ذہینہ میں یہ اندانہ اگاہی
تھی کہ وہ اپنی مرثی کے خلاف کچھ بھی ہوتے دیکھ کر
لعل پا ہو جاتے۔ ”ہوسا“ تھی کی خواہدی اسے
سماں جاتی تھے گمراہ کے بارہ ماہ تیر اس کے لئے
تنی چیز تھے۔ اس بن کے ساتھ اس نے گمراہ کا ایک
طویل حصر گرا را تھا۔ اور وہ اس کی ذات کے تمام
پولوں سے یقانت فتحی۔

بہکارا بمرا۔ ملکے بعد پانچ بجے تک گمراہی میں باتی بہت
”بیٹا تو تم سماں“ سمجھ دیتی سکتے۔ اپنا مالت
لکھ کر۔ ایسے میں لکھن افیڈ کرتا کیا بنت نہ دیتی
ہے۔
”تم سماں تو بیٹا نہیں“ ہے۔ ملکے شامیں۔ اس
کی ای کاموڑ خراب ہو گیا اس کی مسلسل جستے
اب سماں لایا تو اپن کامن اے۔ اے کی بھاک کرو اقل۔
”لکھن“ پکی ہاتھے کھاتے۔ اچھے۔ کوئی نہ کا
پس۔ ترکن کاروں سے اور دہلی کوں سماں تو بہت
ہیں۔ ہور توں کی گیرگے ہے۔ اب تم بجٹ کرنا بند
کر۔ تمہارے نقاں اکے بیٹا سے لور شدی کے چہ

سل بعد اس کے کمر اولادہ ہوئے۔ اسی خوشی میں دل درس لور تھیت کر دیتے ہیں۔ ہم اتنے قریب رہنے کے لیے زوہاں کی خوشی میں شرکت نہ ہوں یہ سنی گئی اور تم عملہ الی بیٹھتے۔

سکب میں گھنائی بھی ہو گیا اور کم عرف بھی صرف لور صرف تپ تک آرام کی خاطر اتنی بات کی تھی۔ بس۔ بلاک دے دے کر تپ کی سڑچھی میں ہونے لگی زبانی بھتے لڑا کم کملوں والا۔ اسے تو شن ہے۔ ملار ہور تھیں بھن، ہاں اور یہ دریا میں بینے کے اپنے شکریاے لور سانے پھن کے قصیدے ہوئے۔ ساتھ میں تپ تک نہ رُحی بہنیں کو بھی بے آرام کر دیتے ہیں۔ اسے جانے ویں نہیں اپ بھی کرتا ہوں۔ تپ کم رکیں۔ لدن کو ہماں تیر ہوتی ہی بے اس کے بالنسے سلے امداد بھی آتی ہے۔

کو رات پنچی آنس سے جلدی آجایں گے
اس کے پہنچنے ہوئے اندھرے دھنڈکا۔
میاں طلب ہے
سر امطلب سے تاب کو بھی اسی کے خیل سے

سپری ام حلوب بے مب و بی بی لی سے یہیں کے
اپنی ردنمن و منزہ کرنا رہے گی۔ دیسے اس کی
سرورت فیکل کیوں نہیں جیسا: تارے ساتھ میں رہی
بے شک نہیں آکری گئی۔

لہ کی رسمی میں اس کی شورت نہیں۔ احسان گتھی بیوچارے
اور تم اپنا مخنثی پہنچانے کے لئے سولوں کے
خالف کرمت ہو جاتی ہیں۔ اور بکریاں مر جتن کوہی
حسد کی وجہ سے الجاز کر کر جاتی ہیں۔
امہ تمہاری کی شورت مگر تو شدید شاید ساس کے
لوگوں میں نہیں۔ ایک شدید عالمی کاخروں والوں
پہنچتا رہی تھی کہ اس سے الگی بات شہون میں کیسی کی
ہو ایک نبی بیٹھ کا آئڑ کر کے اس طوفیں جھوٹنے کی
شورت سے نکلتی تھی۔
تھیں کہ اس کے اپنے طرف کو پہلوں کے بجائے کھنڈوں
میں مدد و نفع کرنے کی کوشش تھی۔

اہاد کو ہن میں مذاق: کیوں کہ اس نے پیش نہ کی جو
دیکھ ریتی تھی کہ وہ کہنے تک قاتلین پر مدد کو درس نہیں
سے اس کے چھ سوچے ہے تھے
ہمیں کب پوچھ دیں: زر اشادر لے لیں تم ای
کے کرتے ہیں: لی کر چھوڑتے آتا ہے صرف و
کپ بنا نہیں کو روشن سرخ کی اپنے پے مت بنا دے
وہ میں اور قبیلہ بامکو: ال کربلا ہے
اس نے یہی سوالہ بیا۔ ورنہ کچھ بھی پہنچی کا اس نا
زر اشادر تقدیم کر چھوڑتے کے ساتھ وہ اپنے
کے بعد وا ایک نست میں ادا کر کے اہاد کے
کرے کی جانب تک بلکہ سی دستک بینے کے بعد
چند منٹ انقلاب کیا اور محمد مجتبی سے درانہ کھول کر
امداد اپنے گئے۔

ایک بڑا اس کے لئے کوئی شہر نہ کے درمیان مالیں ہو گی
تھے آنکے پیدھتے ہوئے اس کی تحریر شہر کے مالیوں کی
سے پورے کئے گردیں پہنچی۔ اس نے فر رکھے
ہوئے پہنچا کے تھوڑیں کامیابی ملائیں ہی اسکریں پہنچے
مختبر میں رہا تھا، اس کی بہ کہا! ہٹ میں مزدہ انسان
کرنے کا باہمیہ کی ہوئے گھنے کے ریکس کو
تھیل امراض مدد کر کر لانہ انداز میں قدماء کیا تھے۔ فرم
وہیں یہاں کے پر لے بٹکے شہر کی آنکھوں میں
واٹھ کے کارگری ہو رہی تھی۔
”یہاں بست گاہے تو ہیجھو۔“ اس نے پن
کو اپنی جانی ایسید کو تواندی۔
”تھیں میل جانہ اکثری رات ہو گئی۔ مجھے فینڈ آری
بندہ دم کی سبب تک تھیں گراند میران تھے
بھٹک لے گئی تھیں بھنگی کے ساتھ ساتھ نکلا گئی
کے گرفتی وی سے بھی رہنے شعایریں پھٹ رہی
تھیں ہمیں سو زک چیلک تھن تھے۔ اس کے خانہ انج
تھک کے دوڑاٹے کے یتھے سے آئی روشنی بھی فرم
نڈا یک کرسے میں راستہ ہاری تھی۔ اہم شاید واش
درم میں ہی تھی۔ شلوار گرتے کی تو اڑ پلے سیروک
میں کی ستائی ہے رہی تھی۔ جنت سوت میں لمبیں
لہڑاڑ میلیں اعلیٰ شرست کے سارے بنن کھلے فرم
راز قتل۔
”تمہیا کو یارا ہاگ کرنے کی کیا ضورت ہوتی

بے۔ ”جیسیں ابھی بھی نہیں آتی ہے۔“ اسی کے بعد
لیٹے میں کیے ہال پن بے سلطنت مرن کے بیٹھنے پر بھی
اپنی۔ ”بھی تم نے بڑوی بگما تاکہ اب تم جو ہو تو
۶۷۔ تھہ مرنت لینے کے سے انہاں میں اسے بھیج
نکھول ہے دیکھ رہا تھا۔ الکی نکھولیں جن کا بھیج ہے
اسیہ کو داشت طور پر محosoں ہو رہا تھا۔ اس نے
سلطنت پتھر پہنچ دوست کیا۔
”اور اس مریں فیندیں کھلے۔ اچھا۔ جتو
سوچو۔“ اسی اچھی بہنی طاکے کی درست کر
شودھ کر دیا۔ الحمد لله نے فور کیا واٹس ردہ مت آئی شدہ
کا تواریخ نہیں مل کر۔“ وہ بھی۔“ کہ۔

اپنے کرے میں ملادنہ کر کے دوڑئی
یہ سب کیا، را بہت اور کیں؟ میں بنا
جلن کی میں بھاہر پر ضربِ حریجتیں دل پھان کرو
کی نظر کی مادت بھوکے نظر انداز کرنے بھاہول
میں کی اپنی میرا بنت الحسینہ اور تھاں کے درستیں
ملنے ہیں جاتا ہے کہ وہ تو بھی جانتے ہیں کہ عذار
کہ رہتے ہیں مہبُ نیں اسی لئے تو آئی۔
تھے ایک دن لانا اپ پھائیت ہیں وہ اپنا اپ
بمحض غائب ہوئے لانا تھام ترہ مل کے مانگو۔
یہیں آئے کے اس فتحر مرستے کے درون میں
کی میکت لشکر شور کچھ کشیں کر کہ جو پڑھنے والے
لکھوں کے خالوش ہیتم لگھ ہوتے کم اور یہ پڑھنے
بھی کہنے تھے اتنے ہی ایک الکی سختی کی جاتا۔
آنکھیں سے بھاطلہ مواثیق۔ بگر، شمع بھیستے

امید۔ امشاف کیا کہ لا اکیلی میان ہو بے جس تو کسی
کی سیل نظر میں پہنچا۔ ال بستی ہے اور وہ غریبی کی
بھی ہے سکتی ہے۔ صورتی نہیں راہ طے کسی اٹھکی کی
ہو۔ ایک عی کمر میں ساتھ پہنچ کر دیتے ہے، ہندو لے
کر زن آگی بھی ہو سکتی ہے۔ غیر کے ہندو لے سے اس
انوئی شی کو سارے ہم اور خشیل کو اسی بہان کر جھکتے
ہے۔ سکتی تھی لیکن سب نے شاہزادگی کے اس فیصلے کے
آگے سرہنہ کا کے۔ پہنچت کرنا یا کہ۔ درست قند آ
بہ غیر اس کے کے۔ ہتم اقتدار قرار دا جا سکتا تھا
شاہزادگی بعلت ہمیں نکلوں اور باہمیں کی گستاخیں کا
دوسرے کے شکتی۔

بے سے پہلے تو اس نے شہنش کے ساتھ اپنی
بے ہنگفتی۔ امامہ کا تمباکا اور کرزاں مکوس کیا۔ اس
کے تاریخی حرکت اپنے شانے سے کر کر بڑا خبر
کرنی ہے، وہی کسی صاحب کی سربراہت جیسی تھکنگی۔
اسے تھامپتے ہی آواز اور ادا کے سب تیزیں کا
بل جانا۔ اسے بد کر کر اس بجکے سے فرار ماضی کی
اکالے لگائے گئے تھے، ہر ممکن احتیاط کرنی کہ شہنش
اے اکیا! پا کر پھرست کیہرے کی کوشش تک رسے گوار
تن کی روز کے بعد اس کے کمرت میں چائے لے
باتے ہوئے اسے درمیان سکن دیا گئی۔ اسے، وہی
من وہنہ ہو گئی۔ ایک بیتھتے یہ بتری ہوا۔ شہنش کی
بچھٹے کوہن کی ختموٹی سے نہ پھراپنے خیالات کو درم
کا ہم ہے کہ جھانسیوں میں۔ یعنی ہورے ہے۔ یعنی کے
درمیان دوستاطل۔ لب ممل بگلن ہو جا۔ قلب خود
چڑپے والی شہنش کی نکون کا۔ بیب ہوا۔ اسیں
کمرت میں لگائی تھی۔

لے پریک آنہ باتے ہو جی دیں۔
”تم رائے قائم کئے میں بھی بلہ بازی سے کام

کیلے بل تو لیے سست کرو؛ میلے ذہانے مل کے سفید کرتے میں باہر چکی تو اپنے کمرے کے درمیں شاہزاد کو شلتے دیکھ کر دھک سے رہ گئی۔

”آپ!“ اس کی نظر بڑا پنے وجود پر پھسلتے دیکھ کر اس نے بہم کے سائیڈز پر کمی چیز سے اپنی وہی چادر اٹھا کے اوڑھ لی جو کانج سے اگر آتا رہی تھی۔ گریبوں میں نمانے کے بعد عموماً وہ تو لیے کا استبل مرف بل سکھانے کے لیے کرتی تھی اس نے مل کا دباریک زرم سفید کرتا کیلے جنم سے سیس کیس چپکا بست سے انچھوئے راز اٹھا کر رہا تھا۔

”آپ کب آئے؟“ یہ بوجھنا فضول تھا کہ کسے آئے کوئی نہ دھانتی تھی اس کے باس من گیٹ کے ساتھ ساتھ داخلی دروازے کی ڈپلی کیٹ چالی بھی موجود ہوتی تھی۔

”بس ابھی ابھی۔“ دھاتیں سے اس کے بیڈ پر پھیل کر بینہ گیا۔ امید بے تالی سے دروازے کی جانب بڑھی۔ اس کا اپنے کمرے میں اتنی بے تکلفی سے موجود ہوتا اس کے لیے خوبیتیں۔

”سماں ابھی نہیں آئی۔“ دھاس کاراں بھانس گیا۔ ”یکیوں کیا زیاد طبیعت خراب ہو گئی آئی آئی؟“ خود ہی سوال کر کے جھینپٹ گئی۔ نجانے آگے سے کیا جواب سننے کو مل جائے شاید وقت سے پہلے ہی۔ مگر خیرت کہ جواب معقول تھا۔

”طبیعت اب بستر سے بلڈ پر شرلو تھا،“ کنوری بھی بہت ہو رہی تھی۔ ذاکر نے ڈرپ لائی ہے۔ ایک سخنے تک ختم ہو جائے گی۔ میرا اس کی بعد پوری لینے آیا تھا جو کچھ ہے بننے میٹ کرائی تھیں۔“

”مگر وہ تو آپ ہی کے کریے میں ہوں گی۔“ دھان بوجھ کر دروازے سے ہی کھڑی گئی۔

”تم سے ایک ٹک چائے کا کرنے آیا تھا۔“ دھاس کے اتنے قریب ہو کر تھرے سے نکلا کہ اس کا دیاں شانہ اور بازو امید کے بدن سے مس ہو گئے۔ نگراؤ کو ایسا اچانک تھا کہ وہ بچپے بھی نہ ہٹ سکی۔ کتنی ہمارا دریں سکھنے دیں کھنڈی سلطانی رہی پھر مرے قدموں سے بننے۔

لئی ہو اور رائے تبدیل کرنے میں بھی۔“ خفر کی آواز آئی۔ بھی یہ فقرہ اس نے بے حد جملے کے کما تھا۔ امید نے متورم ہوئی آنکھیں بختی سے بیج لیں۔

”تم دھرسوں پر ضرورت سے کچھ زیاد ہی اعتبار کرتی ہو۔“ نیلو فر کا تجزیہ کتنا درست تھا۔ حلا نکد وہ تو خفر کے مقابلے میں اسے جانتی تکنہ تھی۔



”اک اتلی سورتی ہیں؟“ کانج سے اتنے کے بعد ہیش کی طرح اس نے بیک ڈاٹنگ نیبل پر رکھا اور بے جعل گرم دھپر کے ننانے کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے دھوال کیا جوں روز ہی کیا کرتی گئی۔

”نہیں بیٹا! تو صاحب کے ساتھ ذاکر کی طرف ہمیں ہیں۔“ ہیش کی طرح جواب ہاں میں نہ مان توہ پر شکن ہو گئی۔

”خیرت! آپ کی طبیعت تو نمیک سے؟“ اس کا دھیان لمن کی حالت کی طرف گیا کہ شاید اسکی اسی کوئی بات ہو۔

”بڑی بڑی نے فون کر کے صاحب کو بانا تھا، اسی وقت لے کئے بڑی بڑی بھی ہو اکھاں کے سو تھیں، دبار فون بھی آیا تھا صاحب کا۔ لگتا ہے، نگر والی بات نہیں۔ تب ہی تو بڑی بڑی سکون سے سورتی ہیں۔ اب آپ آگئی ہو تو میں بھی چاول۔ روٹاں بات پات میں پڑی ہیں۔ سالم گرم کر لیتا۔ یا میں گرجاؤں۔“

”تمیں تم جاؤ۔ میں پسلے نہ اس کی۔“ اس کے جانے کے بعد اس نے لاک چیک کیے اور اپنے کمرے کا ذیک بٹکے سروں میں ان کریے واش روم چلی گئی۔ گری سے حالت بری ہو رہی تھی۔ ارادہ تھا کہ فریش ہونے کے بعد شاہزاد بھائی جان کے موبائل پر کھل کر کے اسماں کی خیرت دریافت کرے گی۔

لے جاتی ہے گئے۔

پوچھی ہو جائے۔

بے۔ اس نے ایدے کے چڑت۔ ہم لئے سمجھی ہوئی
کمرے میں تو ہر کوئی نہیں بہتر گی۔ اتنی کے کرتے
کے سامنے کمزٹ ہو کے تو ارادت نہیں کی گئی۔ اس
ہمارے آنی بھی جاگ جائیں گے۔ ان کا کہا جائے گے۔

اس کے کاب پکپاٹے گردہ پھر بھی جمع نہ ہے۔
آنکھیں پالیں ہے۔ پھر کئیں مانست کھڑا شد سخن کا
ہو۔ بھی دھنڈلا مانگی۔ اس نے اس وضنے پر دو کو
خوب پہنچتے پا۔ پوری طاقت کے ساتھ اس نے ملت
و روانت میں ایسا، قند۔

"بلی، ہنک کر تینیں تم پہلی نہ کہ سارے
پکڑتے ہو گئے کہ ہے۔" اس کی سطحی کوپٹتے سے بھی

ہواب میں بولا تھا۔ امید نے ہمارے گوپٹتے سے بھی
پھیا لیا اور دیہی کمزٹے کمزٹے کے سر کا دا۔

"ایسا بات ہے، ہماری تینی دوست اب تم سے
براض رشتے گئی ہے۔" تینی دوست اذاد میں
اس نے بیوی کو اٹھتے ہوئے اس کے شان پر فرنی

سے ہاتھ رکھا۔ اس کے کچھے ہیں۔

سچو، وہ۔ لگتا ہے تاریخی زیادہ ہی شدید ہے۔

بھی کیا قصہ ہو۔ کہا نہ ہے۔ اپنا اچھا۔ کلئی دنوں

سے آنکھ نہیں کیں کرائی۔ یاد انساری تھی کی طبیعت
اور مرلن و دلوں ہی نعلت۔ نیس رجھے کیا کریں۔

پلو و سہ، کل لائگ ذرائع۔ نیس نے دز بھی
تمدید کیا۔ نہ تھی۔ نہ تھی۔ جو اچھے ہوئے کچھے ہوئے
یہ مگر آنی کے کرے گئی۔ افضل، وہ جزے

وہ اونکھے لکھنے اور پھر اس کی پچیسوں کی کواز۔ گمراکے
الحق، بیشی۔ شاید فون کی نعلتے ہیں ان کی نید میں
نعلت، لالا۔

لالا برو امید کیا ہے، اخیتے تبے۔ لامن کی مجھے
کے ساتھ اتے باہر ناٹک کی جاہم کر ریتی۔

لیکن بس ایک مل قابو، پھرے میں بن پڑتے کی
ٹھنڈا کافی قابو، اسہاد، نیک ہے۔ آہ خود

سے پھیل زارہ تھارہ دلائی امید کی بشت۔ سانتے ہوئے
بے حد تھکرانہ ازیں پوچھوئی تھیں۔

"میں کہ رہا ہوں کہ گمراکی کی باتیں سیں پھر زی

تم مسلسل دے کے باری ہو۔" شہمن اندھے تھیں

سکراہت نہیں دیکھی۔ سب کو پہنچاہ کہاں گے رہا
بے۔ اس نے ایدے کے چڑت۔ ہم لئے سمجھی ہوئی
لٹ کر ادا اگھیں کی دہ دے کیجھے کر کے کل کے کچھے
آؤں والے۔ بیٹ کی سل میں تیک لخت درازیں پڑے
گئیں۔

اس کے کاب پکپاٹے گردہ پھر بھی جمع نہ ہے۔
آنکھیں پالیں ہے۔ پھر کئیں مانست کھڑا شد سخن کا
ہو۔ بھی دھنڈلا مانگی۔ اس نے اس وضنے پر دو کو
خوب پہنچتے پا۔ پوری طاقت کے ساتھ اس نے ملت
پھرنا چاہا۔

لہماں ایک ارتعاش سامنہ ہوا۔ اس تینوں کیلی
توڑا۔

وہ اپنی توڑا کو دوست کے چھبیس سے چھڑانے کی
حیثی۔ یہ فون کی تینی نعلت تھی۔ بس نے اچل کے
دہریلے سکوت کو توڑا تھا۔ شلوغ بہرہ بہرہ کے چھتے ہوئے
تھے۔ اس کو آنکھوں میں پھل لکھن پہلی پچھک تھی۔

وہ دھنچتھن تھی۔ سانتے ایکسا یہ چھوڑاں ہو جائے۔
شہمن کا ٹھوڑا دوخت ہو گواری کے نام میں ایک ازیع
میں رکھتے ہوں گوں بیوی دوست کو فل اندھی پر صور

ربا تھا۔ امید نے ایک نیڑت بھری نظر اس حیرتے پر
والی دو دوسری اور بیٹھنے کی دوست سے اسے نتوں سوہرا
تھے۔ اس نیڑت نے اس کے نہجہ نہ دلیں ماری برف

کھماہ دی۔ نہ تھرپتا۔ جو اچھے ہوئے کچھے ہوئے
یہ مگر آنی کے کرے گئی۔ افضل، وہ جزے

وہ اونکھے لکھنے اور پھر اس کی پچیسوں کی کواز۔ گمراکے
الحق، بیشی۔ شاید فون کی نعلتے ہیں ان کی نید میں
نعلت، لالا۔

لالا برو امید کیا ہے، اخیتے تبے۔ لامن کی مجھے
کے ساتھ اتے باہر ناٹک کی جاہم کر ریتی۔

لیکن بس ایک مل قابو، پھرے میں بن پڑتے کی
ٹھنڈا کافی قابو، اسہاد، نیک ہے۔ آہ خود

سے پھیل زارہ تھارہ دلائی امید کی بشت۔ سانتے ہوئے
بے حد تھکرانہ ازیں پوچھوئی تھیں۔

"میں کہ رہا ہوں کہ گمراکی کی باتیں سیں پھر زی

تم مسلسل دے کے باری ہو۔" شہمن اندھے تھیں

سچے نہیں۔ ۳۰۰ءاں پہلی نیک تھے۔ دیکھ نہیں کی وجہ سے
اسے اڑپ کی ہے۔ من پھٹے بنتے کرائے لے لے اسراہیتیں
کی رہو رہیں ہیں آیا عالمے لے کر بنا رہا۔ اس توڑے کی
جسے بھر کر اسیں واہیں بہت آئیں تھے کہ آپ کی بہر
آپ کی آنکھوں کے سامنے ہا۔ لے۔ جملی پتھی ہیں۔

۳۱۰ءاں سچے کچھے نیک تھے۔ اسے اور یہ کہ سارے
سلت بچے دیاں من جوڑے تھے۔ اسے کوئی گھر آئے
ذیہ کھنے اور کا عالوہ دیجئے۔ جیزیان تھی کہ اسے دیکھ
اپنے لئے کے لئے بھی گھر تھے۔ کیسی نہیں۔

۳۲۰ءاں۔ میں کہ بنا دیں ہیں۔ نظر کی کوئی بات
تھی۔ فون سھرت آنکھ سے آیا تھا۔ میرا دوست اسہاد
کی خیبت دو دوست کردا تھا اور اسے۔ یہ ایک دیہی نہیں
بے۔ بے دو دوست۔ چل بیس کو نہ بوٹے والی کون سی
بات تھے انسان بیار بھی توہر تھے۔ اسی کو دو دوست
وہ گھر آجائے کہ۔ رہا۔ نہ کو اُنی پریشان ہو رہی
بی۔ ۳۳۰ءاں سچے کچھے نیک تھے۔

۳۴۰ءاں۔ میں کہ بنا دیں ہیں۔ اس کے سامنے ہا۔
کون۔ ۳۵۰ءاں نے اس کا تھا چوپا۔

۳۶۰ءاں۔ میں کہ بنا دیں ہیں۔ اس کے سامنے ہا۔
کوئی تھی۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔

۳۷۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔
۳۸۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۳۹۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۰۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۱۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۲۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۳۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۴۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۵۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۶۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

۴۷۰ءاں۔ کوئی نیک تھے۔ کوئی توہر تھے۔ کوئی نیک تھے۔

تدریجی کر دیا تھا کہ وہ اسے چھلک کرنے میں بھی جمکر باختہ۔
”بھتے تو اسی بڑی نگری سے اسے استھانا کر بھیتے وہ میل خود نہیں بھیتے۔ بھیتے کی مدد اور صرف سونے آئشیں۔ وہ من سے پت گرینٹ گلی اور آئشیں کے اس احساس کو اتنا اندر آنندی دیں تک خود کو بھر سے خود نہیں کر سکتی رہی۔
”میل میل ایک بات نہیں۔ تن کل پر محلی کا بھی بھتے ہے ذریعہ میں آبست خیل رفتی ہوں اس کے لئے۔
”میل میل کے پکارا۔

”ہو۔“ تاشای غنوگ کے زپڑتھیں۔
”بھتے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔“ دوڑپے ساتھ پڑھتی اور اپنے اپنے ایک ایک بھر۔
”پل۔“ پل۔ سب مستید آتے ہیں۔ پلیز بھتے بھل سے لے جائیں۔“
”بھتے چڑھا دیتے ہے۔“ میل میل جاتی ہے کلب جواب میں نہیں میل میل جاتی ہے بازار سے پیار کر کے رکھتا۔

○ ○ ○
”کل بیٹھوں فر پر لیتے آئے تھے۔“ سرا مطلبیت پر پر لیتے لاؤ کر دیتی ہیں؟“
”امہ کل رو سے متذبذب تھی کہ اسے نولسان نوں اس کی دشت نے تکریں لور ناہش گلے اس کے بست سے خداش کو زہن دے رہے تھے۔“
”بما خر خد کو دکھنے کی۔“

”میں آپہ! خویں لے گئے، وہ کہ مجھے ہای میں چاہ کہ آئے میں کل میں سے آئے کے بعد روز کی طرف نہیں چلے چلی گئی۔ آئی ہی سر دیتی تھیں سایی نے بھی آپ کے متعلق نیک طریق سے میں بتایا تھا۔“
”اس لے بست مریشان سی میں۔“ ناکر کلی تو بھل جان کو رہو رہیں لے کر افراد تھیں میں نہیں۔ دکھل میں آئی دندھے اس نے بھتے میں خوفزدہ ہو گئی کہ مجھے بیب سارا ہم ستائے اگاہی سب بھتے دکھا اور اسی بدل ہو گئی بھتے کے ساتھ بھی ان کے راستے رستے کوئی اثر رکھا تھا۔ فرق۔““اب ہی میں میں بھتے ہو گئی۔“
”جاتی تھی کہ اب تک امہ اپنی سارے اس کے کل کے دنے کی خبر سن پہنچی ہوئی اور سب جانتے تھیں۔“ شادرخ کے ایک دینے اسے غیرت اس

”کل بھی تو ہم بدی میانہ لئے تھے اور کیا کس کے کرے چھٹے ہیں؟“ اس لے اس نے ملے سے کھرا کھرا اپنا بیان فرانے سے ناوارا۔ امہ کو درجے کر دیتی تھیں میں دیکھتی رہی۔ وہ نوں ہو گئے تھے کھی کہ اس کی توازن نہیں کرو جائے اس کے تقدم روک لے۔
”تم نے رات کو میانی سے بھاگا کر تم والیں بنا ہا چاہتی ہو۔“
”اور یہ تو سبب ہے میا بسپ ہی ہماری باتی ہے تھا۔“ اکھر یار کیا نہ لاحٹے۔“ میل نے داراں ہوئے ہوئے کہا۔
”تو ہی تو گی کہ اس کے ساتھ پڑھو کے سینیں باکھتی۔“ میں اسے آیا۔“ خود کے سینیں کھر سزا دیا۔
”میل اگلے ہم تمارے ایکرام ہے۔“ دے دا۔
”بھل میں جاتی ہو۔“ میں نے کہا۔ میں دیے ہی کہ دیا۔ اتنے دلوں بعد اسکے دیکھ کر میں نہ دے سکتے۔
”امہ ہمیں میانی میانی ہو۔“ اسی کے ساتھ پڑھا۔
”آئا، ہمیں میانی میانی ہو۔“ کیا اسیں کھر سزا دیا۔
”اگلے پر کو جائے سے ملے میلان بن کر پڑھیا۔“
”بھن اب تپ ہیں ہاتھیں کہ ہم لوگ امہ کو لینے کہ آئی؟“
”ہمہ کو کیتھے؟“ کیلہ بھاٹ کی۔“ شادرخ نے جوالي سوال کیا۔
”تمہارے کے مذاقہ پڑھیج سکتے ہیں،“ وہ تباہت نہیں کہا۔“ بھرالی کی رسم پوری کر کے یہ لوگ امہ کو جا میں گھر کے۔“ میں کی ایسے نوشاہت کی۔
”لیکن میل! میں اس کی خودت عروسی نہیں کرتا۔““امہ نے دلہ کی رہا۔“ اس کے بعد ممثی پھو اور دنیوں لیکر۔“ امہ نے ان کے ہاتھ قوس لے۔
”پلیز میانی سی بھی بات کا بامست امنی اور ہی۔“
”تب ان دلوں میں خود رہی ہے گا اور دن میں خود بر ایک بھوں گی۔“
”بھل۔“ کیا ہیں؟“ اکھر دوں میں اس کی سوت رہے۔
”بھل۔“ کیا ہیں؟“ اسکی آنکی بیکھر اور اچھا نہیں لگے کہ شادرخ نے اس کے امڑا ہن۔““جوں ہوئے بھوئے گا۔“ خود نہیں میل اس کے دینے پا۔
”بھل۔“ کیا ہیں؟“ اس کے دلہ کی رسم کے لئے تھا۔“
”پلیز میل!“ اسیں اتنے دن کھر کو کیسے چھوڑ دیں اور سوت بھی سلوکتے تھے ان دلوں کے لئے۔““بھل دی میں آئی کی وجہ سے لائے اور دسیں رہتے جاتے ہی بھوادیں گی۔“

پلیس ہمڑی: جویں سکھریں کی ملن ایک دھرتے
نہ پاہنچ تاہم کے جاہدیتی تک

ارے اسید اترے ۳
اس ان دینیں میں تلی تھی۔ اسہا نے اسے چھنی
کرنے کا کما تاہم کرنا نہ مل۔ انساب تک مرے ہرے
ہو سوم کا منہ لوٹتے، تے شاید تمہارے مولان کے
تمہارے میں بھی تبدیل تباہے۔ تو اس کی ہمیں ہیں
کو کسی خاطر میں نہ لاتے: ہوئے گھیتی لے لگی۔

"اوہ ہاتاں لشیک۔" تزور دینے کے بعد اس
لے اسید کے ہاتھ پا چور کلکی لے تاڑ پھوڑ کے
کھنکی تکے باہر روانی اوس نیلک کو دیکھ رہی گئے
نیلوفر کے لس پا اونکا اپنل پڑی۔ اسی نظر پر
یہ دہلی بھر گئی پر سکون: دلکی لورا سامنکرانے کی
کوشش بھی کی مکر نیلوفر سے اس کاہل بھر کا ہے اس
چھاتہ نہ سند اس کی پہ ہونن آنکھیں بیچے کسی بیچے
پہنچ ہوتی ہیں یعنی سونے کی تاریخی ہوں۔ والی کے ساتھ
نادرم بنت کروانے کی تھی۔ پلٹو منی تمارے ساتھ گھر
پہنچ ہوں۔"

"اگر میں پوچھوں کہ تم اتنی خوفزدہ اور پریشان
کیوں لگ رہی اور آنحضرت: تم اسے میری نلٹا نسی
قرار دیکھیں؟"

ایہ فیصلہ نہ کر سکی کہ اس کے بھبھ سے سوال
کے ہاتھ میں، البتہ میں سراہستیاں تک میکے۔
"لیکن اگر میں خود میں طرف: وہ۔" میں نے
درکوں کو ہاتھ دیتے ہوئے گما اور اسید کا ہاتھ گھنچ کر
ہمیک لورا اندانے اس کے نڈاں کیا کہ سکتی
ہوں۔ "لے سکر لیں۔"

"شہزادی" نہ پہنی ہمیں آنکھوں سے نیلوفر کو دیکھ
کے ہو گئی۔

"یکدیت ہیں تمہاری مزفیں کی وجہ۔"

"کم قن اسید! بھو سے میکات کا کمی نہیں
دیکھ۔" تے غمی میں سراہستیوں کو نیلوفر نے تیزی
سے کہا۔ "بلکہ کسی سے بھی چھپائے کا قائم نہیں۔

انکا قمیں تسلیک نہیں کیے۔ جیسی "نیلوفر کے
وجہ دالنے والا سر اٹھا کے دیکھنے کی۔ جیسی اور غصہ
کے جائے بھی بلکہ ہمہنگی اداہیں رہی ہو۔ بھاشہ سخن
بھائی جان کی وجہ سے سب بھیجے کی پریشان۔ اسکی
تمہارے تاب میں مدد چھپائے ہوئے تھے۔ اسکی
اک سر سکم سفاردارے آہن۔" بھیج ہو رہا تھا۔

نکل ہوتے گئے کے ساتھ درک کر ترید
کر رہی تھی اس کے سارے اندانل کو جھخاری
تھی۔ نیلوفر سرہا کے چب ہو گئے۔ دیزتے ان دنوں
کے آگے مگنیک سو لیا۔ اس کے اشارہ کرنے
امیدتے اسرازیوں سے اکالا۔ وہ بکرا اسیں ہاتھ
کی ٹھنکی کوکول اور زندگر رہی گئی میٹھا۔ ایرنڈن شر
کی ننکلی کے بعد دو سینے کی بھلی بھلی دو نہیں تھے۔
"م نے بھاگی بھایا؟" پوچھت میں گھری کی نامہ شی کے
بعد اگاہ اس قریب تیا۔

"اں سکی کے چوکی۔ ن آتے" تے دھیانی میں
کہتے کہتے زبانہ ابتوں تک دبا کے رک گئی۔

"وہ۔ کیا؟"
میکیں جانا ہاتھ ہو تھے؟ ۳ سے مسلسل
دو لیتے دیکھ کر دہ پخت پڑی۔ اپنا بیک اخواہ کا انشے گئی
گئی کہ نیلوفر نے ہماری ادائی قام لیا۔
"ریلیکس اسید۔" بھو تم سہرست سال فاذوب بھئے
نہ دکھنی ضور دیں۔ کیوں جانا ہاتھ ہوں گے؟
سبہ کیا پوچھا بھی ہیں تم نے تو سو میں صرف یہ
پیٹا ہاتھی ہوں کر دیجیت انسان خدا غواص اپنے
کرکو، مردم میں اس طب تھیں ہو گیا۔ تمہاری
قمرت اپنی نیلی یا تم بھک۔ مہن طمع بد ایسے
بیت کر سکتی ہوں۔ ہلا بلت آؤ ہے خاندان میں
میرت مشق کی جو اگی ضور مشورہ ہو گئی اور یہ بھی
بھکی کہ شدھنے تے سیری یکھڑی بھت کو ہمارا پاپے
اے ادا جا گئی کی شدھی ہوئی تو انہوں نے بھی اپنے
ازتے۔ خبرمن لی اور شہو من لے بھی میرے بارے
میں ڈھن لکے بیدھے بیان دے دے۔ وہ بھوے
اکھنی اکھنی رہتی تھیں بھر بھی میں اکھیں پنڈ کرتی
تھیں ہمارا ان کے کوئی اپنے میں ہو گئی اور کیوں
کر لی تھی۔ ایک نیس میں مولان کی ستھر کو دار کی
ہو رہتے اپنی قوی نیس کو تم اس سماں کی تریک
چھو کر۔ نیس تسلیکے شدھن بھلی جان کی بھت
میں گر لار تھی نہیں اس بھت کے باعثوں جہاد، اے
شاید تمہارے بھال جان لئے جیسی بھی سیرے کے
طرفہ مشق کی جو استثنی تسلیک ہو، جو دادا جا گئی کوئی
کر بھو سے تذکر کرنے کی کوئی کوشش کر کے جو۔

"میں بھکے تاں لکھ کی بیٹ کا نام تھی۔"
اپنا تھریت بے کر سرہل بھو سے در رہنے کا
مشوہ دیتے ہوئے انہوں نے سیکی ہزار برائیں اے
کھریتے سے اور نلٹا مونج پر ایسیں یہ بت سکھا:
ھا۔

شادوں نے بھی اسہا جا گئی کوئی بھر کر ایسا کی میں
لکھ دیوں کی اندوامی زندگی میں زبر حمل بھو سے در رہنے کا
کر رہی ہو۔ وہ بھوے اکھنی اکھنی رہنے لیں پر
مشوہ دیتے ہوئے انہوں نے سیکی ہزار برائیں اے
ضور کی دل گئی۔

وشا تھا۔ میں بھی اسے اتنے ہی احترام اور پارے سے بھائی جان کر کا کرتی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ تم اس کی نسلیوں کے بدلتے زادے، نہ تن باتوں کے غلط اشارے دیرے ہی سی گمراہاں ضرور کئیں۔ مجھے اتنا شعور نہ تھا۔ میں۔ میں بالکل بچی تھی امید! بارہ سال کی بچی۔ وہ سک پڑی۔

”باد سمل۔“ وہ دھکے سے ہے تھی۔

”ہیں“ میں یہاں رہنے آئی تھی۔ رات کو لائٹ چلی گئی اور وہ میرے کرے میں آکیا لیکن امید! مجھے بت بعد میں پا چلا کہ ایسا کوئی نقصان نہ بو اتھا کہ میں اب تک زیاد کا احساس پالے رکھتی۔ مجھے اتنی سمجھتی ہے کہ خطرے کا احساس ضرور بو اتھا۔ کسی چیز کے چھمن جانے کا خوف ضرور بو اتھا۔ یہ ضرور انداز ہو گیا تھا کہ یہ شخص کچھ بھی ہو سکتا ہے چور، شیرا، راہبر، شیطان، بھوت، بد روح۔ مگر بھائی نہیں ہو سکتا۔ میں چھپتی، اتنا چھپتی کہ وہ گمراہ کے دبی سے بھاگ گیا۔ میں بچتی تھی۔ امید! تم یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمہارے لیے بستر ہے۔“

”میں ایک اور کوشش کروں گی۔“ اس نے وعدہ کر لیا اور اس کے ساتھ مگر آگئی۔ نیلوفر نے اسے منع کیا تھا کہ اماء کو اس بات چیت کا علم نہ ہونے پائے۔ درد نہ اینا بھرم نوٹھے پ آزرد ہو گی۔ یہ تو امید بھی نہ چاہتی تھی۔ اتنی بڑی بات اس نے صرف اماء کی خرابی سخت کی وجہ سے ہی چھپا لی تھی۔

”یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔“ شام کو گھر آتے ہی شاہزادخ نے نیلوفر کو دیکھ کر سرسری لجھ کر پورا اعتراض کی ساتھ پوچھا۔

”آن امید کی دین نہیں آئی تھی، اساب پ کھڑی تھی، اس لیے راستے سے گزرتے ہوئے نیلوفر نے اسے اپنے ساتھ بھالیا اور چھوڑنے آئی تھی۔“

”اس کی کون سی مریضی تھی جس میں ساتھ بھالیا۔ ایک توہر راستے سے اس نے گزرتا بھی ضرور ہوتا چھپے۔ پانی میں کس کے ساتھ تھی، کس کی گاڑی میں تھی اور امید بغیر سوچے کچھے اس کے ساتھ سوار

یک روز وہ میرے سامنے تھیں۔ مجھے امید تو تھی مگر اسی جلدی ایسا بھوکا ہے علم نہ تھا۔ ابھی ان کی شادی کو نہیں سازھے تھیں میں ہی تو ہوئے تھے۔

”انیلو! شادی کے لئے تین ماہ میں یہ تیری طازہ ہے جو کام چھوڑ کے گئی ہے۔ اسی بتائی ہیں، پہلے بھی پیسا ہوا تارہ ہا ہے۔ سوائے اس بوجھی ماسی کے گوئی اور تھی ہی نہیں۔ اس تیری طازہ نے جاتے ہوئے ہے جد غمے سے مجھے جوبات بتائی۔“ وہ میں۔

مجھے لیکن نہیں آتا گراں پندہ سمل کی بچی کے آنسو بھی جھوٹے نہیں لکھتے۔ وہ میرے سامنے روپڑی تھیں۔

”کیا۔ وہ واقعی اتنے بُرے ہیں؟“ امید نے حاشت سے دیکھا۔

”اس سے کہیں زیادہ، جتنا تم اصور کر سکتی ہو۔“ جب میں نے تمہارے آنے کی جرسنی اور تمہاری معصوم صورت دیکھی تو میں دمل گئی۔ اب تم مجھے صرف یہ بتاوو کہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی بڑی حرکت۔ آئی میں۔“ وہ جھگ کے پوچھ رہی تھی۔

امید کے آنسو میل پر گرنے لگے۔

”امید! میں تمہاری دوست ہوں،“ تمہاری بڑی بہنوں جیسی۔ ”اس نے دل اساریا تو امید نے آہستہ سے لاباہور آنے کے بعد شاہزادخ کے رہے اور انداز میں آتی داشع تبدیلی کے بارے میں بتانے کے ساتھ ساتھ اس دن کے دائقے کے بارے میں بھی بتا رہا۔

”اللہ کا شکر ہے،“ اس نے تمہیں بچالیا۔ اب جبکہ تم آپ اس کا اصل چڑو کھل دیکھا ہے، تمہارے لیے خطروہ بہت کم ہے۔ تم اپنا بچاؤ کر سکتی ہو۔ جتنی جلد ہو سکے، پیہلی سے نکل جاؤ۔ اپنے ناموں، ممالی پر زور دکہ وہ تمہیں یہاں سے لے جائیں۔“

”آپ! ایک بات پوچھوں۔“ اس نے آنسو پوچھے کراحت احتیاط مطلب کی۔

”کیا۔؟ کی کہ میں اپنا بچاؤ کیسے نہ کر سکی۔“ وہ یادیت سے مکرائی۔

”مجھے بھی اس شخص نے اپنا ہیئت اور محبت کا در حوالہ

اندازی پر بد منزد ہوا۔

"سب باتی ہوں میں۔ تم سے زیادہ دنیا دیکھی سے اہم اسارا گمراہ رکھ کے ہی اسے دنیا تھامیں نہ اور استندلوں سے ہی چیزیں میرے ساتھ سے مجھے تو لیا۔ جیسیں بھی اندازہ ہے، ممکن ہے کہ تم کے گوارا کی سرالی مززبے تھے، تمہاری بیوی کا بھائی اور اگر تم اس رشتے کو بھی نہیں بانٹے تو جیسیں ایدے کے حوالے سے کیکیں حالی ۳۰ دن اس سکرپچر کیل کرتی ہیں۔

تب اسی امید کے سنبھالے میں نہ رکھ زیادہ بول کیا۔ اسہا خواہ لوپیٹ میں آجی کر اپ بنا میں آپا میرا نہ سلبہ باہز بھی سے میرا کہہ بے گول اور زیست سیکھ جیں۔ اپنی بننی کی لاقاتیں اس کے ماقبل سے کھاتے ہے کہ اسے کوئی بھرپور ہو اقا کر میں نہ ہے۔ خلی ہاگو اہم ہے۔"

"کبھی بھی۔ ۱۴۰۷ پا اٹھی۔ ذہرنے لب لاؤں میں ہاکے امید کے زینچہرے کی طرف کیا۔

"تھی فضیل سچ بے تباری۔ آپ بھی بگر کھی۔ تاہم سے کوئی بھرپور ہو اقا کر اپ بنا میں آپا میرا نہ سلبہ باہز بھی سے میرا کہہ بے گول اور زیست سیکھ جیں۔ اپنی بننی کی لاقاتیں اس کے ماقبل سے کھاتے ہے کہ اسے کوئی بھرپور ہو اقا کر میں نہ ہے۔"

"کام طلب ہے تمارا۔ ان دلیل کی جرئتی۔

منہ ذاتی کے لئے اب تم مجھے اس معاملے میں گھینٹے۔" رانیل کوواز اہست رکھو شاہ سرن۔ اور اسماہ اتم بھی خوب پہنچوں رکھو۔

"امید کی پتھر کی انگوھوں کے تکے اگے اسے جرا پعا کیا اور مددی سوت پل بھر میں بکھر گئی۔

"نکھے ابھارت و تھیمے آپنی امیززون کے نزدیک سکھ بھر کا در تیزی سے باہر نکل گیل۔

"۱۴۰۸ء اس طمع مت نکلنے ہے۔ آپنی

کے بعد بھر سے لاہور آئنے اور تھے اسی اہمادنایاں کیا۔ ان کے اندازے طاہر ہو اقا کر کو خراور شہ سخنکاریں، وہ نسلی قدر سے لاطم ہیں۔

"آخر قب میری بات میں کیا نہیں یقین۔ میں نے بتایا بھی کہ امید بدل خوش نہیں ہے۔"

"میں۔ مگر لیا اسے کہہ بھی کہنے کی ضورت ہے؟ اپنی سے دکھ کنے کی ضورت پڑتی ہے اسی اگر تم اس کی آنکھوں کا دید نہیں رکھ سکتے، ان کے حیرے۔ پہلی بے المیتلیں نہیں دیکھ سکتے تو تمہارا اس کے اپنے کیڈوں کے تھیں۔"

"خوش آؤں مجھے بھی نہیں کہی تھی اور اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ یہ میں نہیں رہتا چاہتی ہے اسی کی پہنچ لگاتے اور تم نے میں میں اس کی مزت دندھ کوڑی کی کر دی۔ کم از کم میں کے کاؤ اسکا بارگاہ۔ پہلی بھت شریف اور لیکا دلاابے لور اسید آخیر ہے علی اتفاق۔"

"ای ہلین۔ تباہ سعادتے میں نہیں لیں۔ تاہم سے کیا باسطیا اتفاق۔"

"واسطیکیں نہیں یہ میرا کہہتے۔ جس میں تم اس پنی کو ایک فرد کی ہی میثیت سے لائے ہو۔ میری اپنی بھنی کو ایک لینکیں کیا میں نہیں کے ہذک سعادتے کو سمجھ نہ سکتی۔ تمارا بھی اس افضل درخت کا تاج پہ کہ بھی اپنی سکا بہ کہہ بھی۔ تو اگر اس کے سکے سی کر بھنے کی تخلیل پر اہم سکتے ہیں اس رشتے کو نصان پتی سکا بہ۔"

"بس تو ہنی جائے تو ان کے سمجھاتے بھائیے کو سکی خاطر میں نہ لایا۔" اگر بھی اس کی مرعی کیا جائے۔ میں اسے اپنی نہداری ہنکا کے لامبو ہوں تو۔ نہداری بھروس ہا بھی۔ بہت رشتے مل جائیں کے یہ گھر کیا دنیا کا آخری لڑکا ہے۔"

امید کی پتھر کی انگوھوں کے تکے اگے اسے جرا پعا کیا اور مددی سوت پل بھر میں بکھر گئی۔

"تھاتے کیں نہیں ہوا کیا ہے۔ بب سے آئے

"اے ایک دی رہت اگر می ہے کہ شلوٹ کی مانع تھرہ کر لیں۔" ممالی نے دل دل میں کوئی دس بار پر چوڑا لٹھا تھا۔

"تیباہ! تم نے نیک کام کر میرے نزدیک مرد دے بنا بابت ہمیں کہ امید بدل خوش نہیں ہے۔"

"میں۔ مگر لیا اسے کہہ بھی کہنے کی ضورت ہے؟ اپنی سے دکھ کنے کی ضورت پڑتی ہے اسی اگر

تم اس کی آنکھوں کا دید نہیں رکھ سکتے، ان کے حیرے۔ پہلی بے المیتلیں نہیں دیکھ سکتے تو تمہارا اس کے

یہ میل رہنے پر ارضی قہاڑی اس پر۔ تمارا بات کا

"خوش آؤں مجھے بھی نہیں کہی تھی اور اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ یہ میں نہیں رہتا چاہتی ہے اسی کی پہنچ لگاتے اور تم نے میں میں اس کی مزت دندھ کوڑی کی کر دی۔ کم از کم میں کے کاؤ اسکا بارگاہ۔ پہلی بھت شریف اور لیکا دلاابے لور اسید آخیر ہے علی اتفاق۔"

"ای ہلین۔ تباہ سعادتے میں نہیں لیں۔ تاہم سے کہا جائے تھیں نہیں۔"

"اویس کی بات کی تائید کرتی ہوں۔" اسہا نہیں پھر رکھتے ہیں نہیں۔"

"اس کا ایک طرز ہمیں اور امیتی والا امیتی۔" تمارا نہیں کہا جاتا۔ اس کے دل دل کا ماحصل ہے۔

"ہمیاں کی کہ میری بیویت نے یہ کواران کیدا ب میں اپنی بیوی کو۔ اور نہ صیہ المیتلیں بھی تھا کہ اسماہ بھی اس کی بیوی ہے۔ شدھ اس کا لامبا بھی پالنی بزرے بھائیوں کی طرح کرتا ہے۔ میں نے سوھا پنی، بیل بھی خوش

رمبے کی لیکن اگر تم لوگوں کے مقابلہ میں دل بھل ہوں تو۔ نہداری بھروس ہا بھی۔ بہت رشتے مل جائیں کے یہ گھر کیا دنیا کا آخری لڑکا ہے۔"

"وزیر جاہی تھی امید اعلیٰ تیام ماصل کرے۔" "امید کی پتھر کی انگوھوں کے تکے اگے اسے جرا پعا کیا اور مددی سوت پل بھر میں بکھر گئی۔

امادہ اسماہ اور لمید دنوں کو اسے خود کو دراثت سے دو دیا گر شہادت کو مل نہ سکے جس نے ان کی خواہش کے دواب میں پھلی یا بلی کی کراں تھی۔ تمارا اسہا نہیں کی شلوٹ کے بعد میں سوچتی ہیں۔ "امروں نے میں دیا گر شہادت کو مل نہ سکے جس نے ان کی خواہش کے دواب میں پھلی یا بلی کی کراں تھی۔" اس کی شلوٹ میں کام آئے گے۔ "امروں نے شدھ کے چھرے کے

بُدْتے زاریوں سے یہ نیجے انڈ کیا کہ بند بحیثیت میں اُکر
ہاتھ سے رُخمت کرنے کی خدمت داری تو لے بیٹھا۔ مگر
اندر بھی اسے خود کو کسی کی تباہک نظریوں سے بچائے۔
اب اخراجات کے بارے میں سوچ کر کھبر رہا ہے۔
ایسی وجہ سے انہوں نے اس پر قم کا تذکرہ کر کے اسے
ملحق کرنا چاہا۔ تو اتنی ضرورت کی کہ اس کی شلوغی کے
سلسلے میں شلوٹ کو اپنے پلے سے ایک جیسا بھی ختن

نہ کرہا۔ تاں
اسے ذمیریار سے خوف نہ کوئی نہیں دالے دیں
مگر یہ واحد خبر تھی جسے سن کر اسید کو اپنا ہے کسی نے
مکپ اندھرے میں اس کا ہاتھ قائم لیا ہو۔ اس کے
ذوبھے دل کو دھاریں ہی پہنچا۔ درد اس روز خفر کے
تاریخ ہو کر جانے کے بعد اُنہیں دکھ بخوبی جایا کرتی
ہو۔ والانہ لگے تھے اسے لکھنا کھانا پیٹھا شدید ہو دیتا ہو۔ ما عاجز بکر
اسی شیئے کے پار اپنی نامی تاریکی حکمی۔ اس نے
ہٹ بلب کی روشنی میں ڈاک پہ نام و کھلہ پوٹ
چار کا وقت تھا۔

ہٹ بلب کی روشنی میں ڈاک پہ نام و کھلہ پوٹ
جہالت کا محتاج ہو۔ صرف ان لوگوں کو اشتغل میں ملا نے
کے لیے ہو۔ صرف اور صرف اسے آنکھ پہنچانے
کے لیے اسے کسی بمالنے اپنے رتم و کرہ پڑا
رکھنے کی غاطر۔

اس پر سوچ کر یہ لرنہ طاری ہو جاتا کہ یہ بیش بیش
کے لیے اس قید میں رہے گی۔ اگرچہ اس کے اقبال
لے رُخمت ہوتے ہوئے اسے خود اکتوبری اور شعور
شاید بارہ بارہ اندر آیا تھا۔

کیسی باشی کستے ہوئے میں اسماہ کو اس مل میں
اکیا چھوڑ دیں۔ تم نے فیصلہ تبدیل فون لیا؟“ ان کی
آواز مدد حمک ہوتی جب تک حمی پاشامہ دلوگ لاؤنچ سے
کلک کے تھے معاشرہ سمعنے کی کوشش میں ہے، ہیں کی
دیتی بنیمنی رہی۔

”راستے میں کرنا ہوں۔“ اس نے آخری قسموں کے
سخ کا ناقلا اور لاک تکنے کی آواز آئی۔

جب تکہو، بھاگ کے دروازہ کھولی کے لاؤنچ سک
گئی۔ کار پوری میں سے تکل پہنچی گئی۔ ۰۰۰ بے مد
مکر مند، ڈر ڈر ہیں یہ میں گئی۔ اسے اسماہ کی فرشتاری
تھی۔ کچھ سوچ گر اس نے ہوں کا نمبر لایا۔ وہ جانتی
ہے کہ نہستِ محلی ازان سے بھی پہلے جاگنے کی نہیں
فی پھرور میں سے دھوپ پسید کر کے اندر آنے کی

ہست نہیں کر سکے گی۔ جس کھر کی چار دیواری کے
اندر بھی اسے خود کو کسی کی تباہک نظریوں سے بچائے۔
رکھنے کی سی نہیں کر لپڑے گی۔

○ ○ ○

۶.

۷.

۸.

۹.

بی۔
”مملان۔ وہ اسماہ آپ۔“ وہ بتاتے ہوئے
بجک تھی۔

”بی۔ کیا ہو، ادا کو خیریت تو ہے؟“
”میلانی خیریت ہے۔“ بھائی میں ہیں۔ آنی
اور بھائی بان لے کر کے ہیں ابھی ابھی۔“
”بلکن ابھی تو وہ لک۔ اپماں ابھی کچھ دیر میں
لکھتی ہوں۔“

ادھیں مظاہن کیلئے کے بعد یونیورسٹی کرنے میں پڑی۔
بھر کی اڑائیں ہو رہی تھیں۔ نماز کے بعد وہ ادا کی
خیریت کے لیے، مانگھدی ہی تھی۔ جب شہریں کافون
آیا۔ وہ اسے ایر پیشی میں نشہ کی طالبی دے رہا تھا۔
”تین گھنچے علم ہو کیا تھا۔ میں اسی وقت جائی تھی۔
بایہر تھی میر اُتھا جائے تھے اس اپنی تھی کی ہیں؟“

”بیں خیک بے۔“ ٹھوڑی کوئی بات سکر نہ کر جاتا
ہے۔ اسی کو میں نہ کھاتا۔ تھا سارے ساتھ کھر کرنے
کے لیے گروہ مانی نہیں۔ کوئی خبر آجائے پھر میں اسکی
پھوری نے اُس کا ہر تھیس ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی
اکھ مٹکل ہے۔“

”تینے۔“ وہ اتنا کہے گئی۔ سف سف منع بھی
نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس کے ساتھ جانا دیں گے۔
”میلنے آپنا کو فون کر کے بلوائیں اول گمراہی نہ کر۔
کچھ دیر تک فون کر دیں گے۔“ اس نے ارادہ کیا اور
جب ایک مکھ بعد فون کیا تو ملکہ ہوا کہ وہ ابھی ابھی اپنی
اپنی کے ساتھ ہبھنل جانے کے لیے گھر سے نہیں
بہے۔

”آپنا کو دیکھنے کے لیے مل تھے بہت بھل رہا ہے۔“
میں شہر سے بھل جان کے ساتھ بانے کا مرکٹ نہیں
لے سکتی۔ آنی تو آری ہیں میں ہن کے ساتھ نہیں کوئی نہ
کوئی بھاہا ہاکے رک جاؤں گے۔ آنی کی طبیعت کی
خراں کا کر کے یا کچھ بھی اور۔“ اس نے تیرتے
کرنا۔

پورت میں کار کے رکنے کی توازن سن کر اس نے
قرآن پاک الحرام سے ناف میں پینا۔ کسی اچھی خبر

لب ۰۰۰ بے پتھر سے اس ملن کا انتشار کرنے گئی۔
لب ۰۰۰ آزادی کے ساتھ اپنی پتھر کے پیچے اپنی
میں۔ قدم جما کے کھنڈی ہو گئی۔ تکل چاریں طرف
فی پھرور میں سے دھوپ پسید کر کے اندر آنے کی

بے بنیاد بر لز میں۔ امید نے کوئی خواستہ یا بات نہیں کہ وہ شاہراخ سے خوف نہ رہے۔ ”نیلو فر بر کسی کو اپنے آنکھ تبریز کے پارے میں ٹاکرا پڑے راز میں شریک نہیں کر سکتی تھی۔ اور ملے نے ایک نظر لکھے مزکے متذیل بنا لام میں کھڑے شرکت کو رکھا جو اسیں اس سونپ پر یوں روانہ نیاز کرتے دیکھ کر معاملہ بھینے کی کوشش کر رہا تھا لور لبکت میں سراہابا۔ ”ہلے ہم پڑتے ہیں تمہارے ساتھ۔“

• • •

مینا کیت کھانا تھا۔ پروج مکل شہر سے کی گئی تھیں کہ
کہنی اندر آری تھی۔ وہ تینوں نیکی سے اترے کر
نیلوں کے اشارے پر کل تمل بجائے بغایہ ہمدرد دائل
بڑے ایک ساتھ سا پر جاہب چھلایا ہوا تھا۔ والی
دروازے کے قریب درک کرنیلو فرنے دم سلاحد مراندر
کی صورت تمل کے بارے میں اندازہ لگانا ہے۔ امید کی

وَكَرْتَ بِهِمْ وَنَسَأَتْهُمْ وَنَسَأَتْهُمْ

سونہی سٹم آنل

سرمهہ بھلے کے
بھلے کے سنسکری
سہی مکنون، لے جانے میں متعیر تر ہے۔

آنئی نے بتایا۔ اس نے ایک نظر ذہر کو رکھا ہے کہ
کتنے کاراں گر دی؟ وہ پھر ترک کر کے سر جملک دیا
لب وہ اپنے بیک سے موبائل کل کر کچھ نمبر زندہ
گردی تھی۔
”موبائل بھی آف کر رکھا ہے“ اس نے بے
ذکر کر لے۔

"تمہارے ساتھی مسئلہ کیا ہے، بھائی؟ بھائے بگو
اسے اپنی پیسی کی فرم تھی سے زیاد ہوئی۔ "اہم
بھائی ہے ناگواری سے نوکری دے بے کسی سے بینے گئی
اندر طرب اس کی بڑھتی سے لمباں تالے بے درد
سے کچھ لبیں سے بھی بے چنی سے مسلی انگوہ
بے بھی اور بے قراری سے بار بار سندھان پر چھپ
نظرنا۔ سننگے۔

"آتے ہوئے میں نے ارسل کو بھی فون کر دیا تھا
تلکن والی ہو گئی وہ شاید راستے میں ہو۔" کچھ دری
غلوٹی کے بعد مالی کی تواز آئی۔

”میں اسکی آئی بولوں ای!“ بالآخر نیلوفر کی پتختی کئی دن فیصلہ نہ کر پا رہی تھی کہ ذمہ کو اس حقیقت سے اکو کرنے بانے کرنے آخر کار اس لئے خوبی کرنے کا ارادہ کر لے۔

تیزی سے بیداریں اترتے ہوئے اسے دار
کو اپنے شوہر کے ساتھ لوپر پختے دیکھا تو مکلی
کوندے کی ملن اک خالی اس کے دامن میں لے
ارسلہ اسے پہنچانی کی گئی تین بب اس نے شوہر
بات کرنے کا کر کر اسے ایک طرف کھینچا تو اسے
نشش و دفع میں پہنچنی اور مکل ممل لالا تھامیں ہبے
نے اس سے اپنے غمہ شات کا اندر کیا تو وہ حیران
من کھکھا کے رکھا۔

"پلے ہوئے میں وقت شائع مت کریں۔
ای وقت تک کوئی بکار نہ رہے۔"

۲۰ انی ہری بات تھی کیسے کہ سکتی ہے۔
کچھ لامکنے نہ اڑے، مم۔

نکرانی کرنے میرا ادا ناطہ، ٹھن میں

اس پر ائمہ بہاپن میں سرزنشوونگ کے نام سے
کر کے نکل دیتے ہیں تو اسی وقت شادوونگ کی ہوتی
ہے اپنی اور موٹر کے ساتھ وہل وہل ہوئے۔ اندر
مرے میں اباہ کی ماس بائے نماز پر نبھی سمجھ پڑھ
لے گکہ۔
”ایرشن فیفر میں لے گئے ہیں۔“ انہوں نے
لہلہ کے پوتے پڑایا۔ ”تمہری کوئی بات نہیں۔ اب
نیزیرین کمز نام ہے۔ یہ گانتا کا لزنت ہے۔
”ستے۔“ انہوں نے کلی بگردی۔

"تی آنی اسراقالی بھی اسی بلینسل میں واقعہ ہی
نہ تھا۔ تیکر فر کپڑا بگر لئے مزید نو مسلم دیا۔

”شہس نگملی ہے؟“ اچاک مملائی کو خیل نیا۔
فرمی پوچھا اگر نواس سے پلے جیب بے ہمن
ذیں اور اخراج پر کوئی عزم درعی تکہ۔

"یہیں تھا" سے ہمیں تاکہ آپریشن ابھی ہو گا۔

وہ اس کے جانے کے بعد اچھے لئے کیے جائے گا۔
ذکر نہ کرنا اپنے ایسا بھی دعویٰ نہ کرنا کہ شہزاد
ختنہ میں اپنی آنکھیں پڑھ کر اپنی آنکی نیز ماہری کے
لئے ممکن تھا اسکے۔

"توفن کر کے ہاریلے" مملنے بونی ساتھو
ا۔ نیلوفر امک وحی بیٹھی۔

"مید کہلے؟"

”کم پر وہ سوری گئی بُبِ ہم نے بعد میں
لے کر کے بتایا۔ اب آتی ہی ہو گئی میں نے شورخ
کھاتا آتے ہوئے اسے ساختے لے آئے بُبی
برٹن بن رہے تھے۔“

”بیل بیا ہم وہ اپنے نہیں کر سکتے ہیں اس کے لئے“ مملن نے تندیکی
خدا کی اپنی سی نظریں لیو فرنگ۔ دال کر پوچھ گیا۔
”کس کے چہرے پر ابھیں اور نترے پر حد ٹھیک قائم ہے؟“

"ایک سک آجلا جا بیے لن دوں کو۔" اس کی
سامنہ پڑھنے والے
"ایک تو نکالا بے شاد مرنے، اگر راتے میں ہو گا۔"

کی اس میں اس کا دل خوشگوار لے آئی دھرنگ کیا۔
رمل اور فرقن پاک اس کی وجہ پر رکھنے کے بعد
دہرازے کی بات بڑھ رہی تھی جب ذمی کیتھاں
نلاک کھول دیا۔

امرو تسلی و الائشون تحمل
”آئی!“ اس کے چہرے کی گہری ناموشی امسد کو
خند شات میں جلا کر ریختی۔ ”میں اماں آئی کو
کھپٹا۔“

وہ مریشناں بوجربے تھی سے اس کے معتب سے
بجا بائک مگر آئی کو دکھنے تھی اسکے اصل سور شغل کا
ندازہ ہو سکے گردوں کوئی نہ تحمل شہون نے ایک قدم
آئے کہ بڑھتے ہو نکار و انہند کر دیا۔

"شال شالو خ بھائی جان " تھرھوتی

ربن کے یہ امریں ملکے

نہت مملانے اس دقت سے ہوئے ذخیر کو جگایا
اور پُغرا تاتے ہوئے نکٹ کی بدامت کی ذخیر
کے سچھلے درمیے کی تصیارات سے انہیں الٹر کما

و اس تھا درندہ بھی اسے دبیں جائے گا ان کھیں۔ مخترا
انہاں نے مار رہا اس غصہ کا مامنا کرنے کو۔
”آپ ہی کے ساتھ پلی جائیں۔“

"یہل سے ملے لے سے یا سیشن جائیں۔ پر
نہیں یا کوچ کے ٹکے کا نثار گوئی، وہ رُنگ کر بھی رکش
نیکی پہن خواری اس طب بست دت لگ جائے
گکہ بھیں فوراً پہنچا ہاۓ۔ تم گزری ہیلو تمہارے
ایو ڈرائی گکہ کر سکتے تو نہ ان ہی کے ساتھ چلی
خالی۔"

بھلی نخواست اے العناڑا۔ صبح کاروت ہوئے کی
وجہ سے تریک کم تعلید سرتے نذر ایور گیجی اچھی
کرتا تھا اس لیے کمر دلت میں لاہور رخنی کے لئے
سے پسلے مملائی نے شہزادنے کے موبائل پون کر کے
اس کی ایسے بھی بیات کئی تھیں لہور لہسٹل نامہ و فیو

صورت آنکھوں کے ساتھ اُنے کی اور جب بھی
تمہاری صورت آنکھوں پر "آمید بھی" تھیں سے نہ
گے۔

امیدے اپنی بھکی پلکیں انعامیں نہ شدہ رخ
 دعی تھا گرنے، آئھسیر ڈا، آئھسیں سکھنے نہ لجئے نہ
 لپھ تھا۔ دوسرے سمجھے بیٹھی تھی کہ اس کی اونچکاری کا تام
 سانسیں اُتم بوجائیں گی اس سے نفرت کریں گی۔ فرم
 ہوئے گے اپنے بندھوا سے کہنے لگے۔
 ”ایامیں واقعی بصل پاؤں گی۔“ قطبی بنتے
 ناطھی قسمیں کہتا کہتا ٹھاپیے۔ کہاں چھنس کی
 شرمساری میری نفرت و خروڑائے کی۔ کیا اس کی
 تذلی۔ اس کا ازالہ۔ اس کے گندھ کی سیاہی کم
 کر سکتا ہے؟ شادم نہیں۔“

اس نے خوب کوشش کے معاٹے میں بے بس
بایا۔ شاید کبھی اسے سعف نہ کپائے سعف کر
تمجی وسے توہنہ متنام نہ دے بائے جس کا اس کا رشتہ
متناہی ہے اس کی انکفر شوگرت۔ پڑی نور کمزے
کسی بات۔ تقدمہ لگاتے ذہن پر کئی سماں پیشی کوڈ
میں پیشی کی اور متناسے دیکھتی امامہ۔ پھر۔

”شاید بھلے شاید اتنی بھجتیں۔ لڑا امہرہ پا کری
امل رفتہ تھم ہو جائے شاید ائمہ بنی کو ”امید“ کے
ہم سے پورتے ہوئے اب کوبار بار منشوں آنے سب
بڑھ کی بازگشت بھالانے میں کامیاب ہو جاتیں۔ میں
میں اب تک ہاتھ دوں۔ بل ایسا ہو سکتا ہے۔
امید تھے۔ باجے شہزاد بھلک باند اندھے تھے
بس ملئے فتوحہ نہ کہا۔ سیر نہیں لے ایک نہیں اپنی آنٹا
دینے والے باہم بھجوائے۔ مخفیہ سامان میا کیا لور
ب سے یہ کہے کے اب تو گرنے تھے جما کر میری
آنی کی آئندہ زندگی کے راستے سل ہائے آنے سب
خیلے کے اعماق کے طور پر میں نے اب تو
موقوف کیا۔“

کی پروانہ کرتے ہوئے اور ملے اسے اپنے ساتھ لے
گئی۔ نعمتِ مخلص دیلی خارج پا گئی وہ زربہ کے بعد اس
کی بد لمحت پا۔ اداور گی اسید کو ساتھ لے آئیں۔
جس ایکنون اس کو ساتھ کر کشل غیر

سب سے حیرت انگریز بلتے ہیں کی لڑکوں سے
کسی بات پر امداد اپنے کیا تھا۔ شوکت کے کئے پا اور
ارسلہ ہمارا ہوا کہ بھرپور مختار شاہ میں اسے اپنے
عی گھر۔ رکھنے اور دلپی ہی خنزیر کے ساتھ اس کی شادی
کا ذصلیل گیا تھا بھی سمجھ۔
اس کی شدید بھی جلدی ہو گئی۔ امامت سینی کے
سامنے سرال وابس کئے پڑھی ہیں ہوئے تھے بھرے
شدید سے کئی ہن پلے رہنے آئی۔ شدorch البتہ ان
آیا قاتل ہیں کے روز اور اسی کو حیرت تھی کہ اب بھی
اس نے آئئے کی بہت کیسے گرفتار۔

امید کاری میں اپنے کام کو اپنے لے جائیں۔ اس کا سب سے بڑا مزاج یہ ہے کہ میرے کام کو اپنے لے جائیں۔ اس کا سب سے بڑا مزاج یہ ہے کہ میرے کام کو اپنے لے جائیں۔

”چاہے اسی لئے بھی کامنگی میسر کر کر۔“
”بھی تو اور کیا۔ محبت ہو تو اگر۔ انکل کے لئے
میں ایسے محبت کرنے والے پڑھوں۔ سخنی کمل۔
”

شہزاد نے مندی کے قتل سے ذرا سی مندی لے کر اس کے ہاتھ پر فنی۔ تل میں انگلی غصہ کے کے بالا میں اگستے بوتے اس کی انگلیاں لرز کر کر اسہے نے فیر اڑوی طور پر اپنا سر تھی کیا تو وہ کٹ کر کیا۔ کبرے کی فیش۔ موبوی کی لائش۔ اک مل چاہوہ مت چھا کے کسی بھاک بائی سے ٹھوپیں۔ مل اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے شاہزاد نے سر کو کہ

"میں جعلی کے مکمل تو سسیں" الجہت اڑا کے
لے میں نے اتنی کوشش کی تھے کہ اپنی بیٹی کا
"امید" ترکا ہے:- بھی بیٹی کو یہاں پہنچانے کا تمہارے

بھی اسی سکی ستائی دی۔ شوکت نے آکے جو کے دروازے کے پینٹل پر بڑا لالہ توں کھلتا پا ایکا۔ اس نے ملکوڑا ہیوں سے اپنے سرہ ساتھ کی طے پیلے اس پر شفقت ستاب تو کوئی کھلا۔

”پھلو تو شدہ نہیں! اب تو آبیا۔ شکت کے سارے
تمسرا بی باری سے“
”لیکن میں ایک شرط پر۔ وہم ادا کرنے کی وجہ سے منع
میں ہو گئی کی تھیں بلکہ جوئی کی دیشیت سے لگائی
گئی۔ اس کی توازابھری اور ہایوں کی رسم کے لئے پہ
دو پہنچ کے در آر آپلی میں سرمه نامے نہیں امید
شدت سے مل چاہا گا، تکر انگار کے ایک نظر ا
پیکھے۔
اس نے آخری بار: جب شدہ نہ کو دیکھا تھا
حمنزوں کے مٹی فرش۔ ہمیا بے تواز آنسو سارا با
اور نیلوں فراستے ہی کی تھی۔ آش کی جزت رعنی کی تھی۔
امید نے اس پر آخری غرفت بھی نہ گاہ الی گی۔
منہ پھیر لیا تھا اس کے بعد چند عروں میں کتنا
ہو اتنا گران ہے۔ در ہے: تو قی تبدیلیوں کو گھوسی کر۔
کہا سے وقت تکی نہ ہے۔ اس کی کے بھی جو جل اور اعتماد

بھی ہی سکی سنلی دی۔ شوگر نے آگے بڑھا دیا۔
 دروازے کے پینڈل پر پڑھ لالہ اور کھلاپا اگیا۔
 لہازی کی چادر سکر اور بادل کے گرد لیٹنے اور مسح
 آنسو بمالی۔ سختی۔ باہم جو زندگی مانتے تھے
 سے کمی کمزی تھی اور اس سے چہ فٹ کے قاءے
 شہد نے قابس نے دروازہ کھلتی کی آواز پر پٹ
 دکھا تو ہورہ ہیں نبمد، ہیں تھد۔
 اسکے مقب سے نیلوں ارمل اور شوگر
 پھرے دیکھ کر امید کے ملٹ سے کھنی کھنی پھینٹلی
 دلوں ہاؤ ہاؤ سیا اگر بک بڑی۔ ارمل نے نژب
 اے ٹھیکا۔
 شوگر کی آئشیں نظریں شام سخ کے پالیں بالیں
 کمزی تھیں اور خود اس کی نظریں۔ دنمن پر
 عجمیں۔ ابا نغمہ دنمن پر ہی گزت رہتا تھا۔
 شوگر نے قبے بڑھ کے اس بانگر بین قومیں
 تیکتے انسان اتم اس ندار کھنی اور دن بھتر کے ساتھ
 اندازہ نہ تھا، ورنہ اپنی بن جگی اتنے امکن۔
 تمہارے ساتھ مر مستین کرتے۔

جبر جسی لے کر جا۔
یہ شوک بھل جان ہی تھے جن کی روشنست کی وجہ
سے اس نے فیصل گدھ کی جائے لاہور آگرہ تاکو ادا
کر لیا تھا، ورنہ ایک مل توں، نبی خاقا جو ارسلانے پیش
کیا تھا کہ وہ اسی کلنگ میں پڑتی رہے، مملک اور اہمیوں
کے نزدیک بھی رہے لور اس کمر نبی آئی، بھی رہے
جس میں اس کی زندگی کے پڑھ سمل نہ رہے تھے لور
جس کے تھے پیچے سے ملائی یادوں و بہت حسیں ٹکنے
اس کے تھے ارسلان کی سرال میں رہنے کا تصور ہی
تکلیف نہ تھا ایک تھوڑا چھ عاء ہوئے ملک
الموت حسکی سماں بے حد تھے، مجن نہ لور سب
سے بہرے کے خود شوک بھل جان، جنہوں نے ان
وھلکی سالیں میں اس سے وابہ بھی سکرا کے باتیں
کی تھیں، پھر شام خیلے بھی خختہ تھیں کیلے
”وہلک دھکس روشنست سے رہے گی، اسرا امامہ کی تھیں
بسن ہے جبکہ ارسلان کی صرف لڑکن، وہ مکمل طور پر
مارک دھستہ داری ہے۔“
”یکن بینا! فوز یہ زندگی داری، میں کتنی سمل پسلے
منوب کئی کی،“ بہول نے کہا۔

آئیں اتم خفتہ مانگری ہو۔ لڑا احمد اکرم آتی کمل
زندگی ہمیا بست کرنے والا اور خالدیر مکنے والا ہندش
شوہر۔ اس کے پار جو خدا ہمیں نعمتیں بھیں ہوئی ہے
فشنل کی تحریر سے۔ اس سے پہلے میرا خیل تھا کہ
اوس سلسلہ آئیں بے چاری نمائت بد قوت ہیں، جنہیں
شوکت بھل جان۔ میسا مازل لور حکم چالنے والا شہر،
خفت کیر ماس ٹراکانڈیں لور بچک بوسیدہ سا گھر طا۔
وہ سمل خود موڑ سائکل بھے مملن پھٹ پھنی کھتی
ہیں، اس پر بیٹھ کے بھی وہ تھی خوش رہتی ہیں۔ ہمی
حکرا آتی اپنے موٹے اور بجے میں۔ ہر دم تاگر ہوتی
ہوئی اور ایک شدراخ غصہ مملن جان ہیں، جن کے حصے میں
بیوی کی بچک مردانی، سکر خلی اور پروافت فرابر ہنئے
والا مسٹری ایسا ہے۔ قوانین کی نظر انداز کرنے والی
علمات ہے جو ہلت بکی، مسلکی تحریر سمجھ رہتی ہے ورنہ
اگر شوکت بھل جان، میسا مان کا بھی مردان جو نہ تھے۔ ”وہ

مک جو یا تو لو گھٹی رہتی تھیں یا کھلستی رہتی تھیں یا
پھر بڑی اہل جن کے ساتھ ہائے بائے کیا کر گئے۔ شاہ
سرخ نے ان کی شب پر اربون کے بارے میں ہمارا کلور
بھی ہر اسلام کروایا دوڑ فرا امیثبات میں سراٹا نے گئی۔
”میں بھل جوں امیں نہ لعل کی الگ کرے میں۔
میں کوئی نیکی تو نہیں جو دہل کی اُب بیوی ہو گئی
ہوں۔“ اپنے اس نیچلے یہ اسہا کی گھٹدار نکلوں کی
پتشی سے اس نے یہ نیجے انڈہ کیا کردا۔ بس ہر جمل میں
شوہر کی مخالفت کرنے کی عاری ہوئی جاہری ہے۔ شاہ
سرخ گھومنے کا پورا کرام ہتا تا، وہ کسی شکری وجہ سے
کینسل کر لیتی۔ اس نے اتنے پہاڑوں کوں ڈھماواری
کے ساتھ اسے خود کا لٹک لائے ہے جانے کی آنکھ
کی گمراہاہے وہن لکوادی جس میں اسے ڈھنڈ رہ جن
لڑکیں کے ساتھ تھیں کر جاہاڑا اور دو دبکے کلکوں تک
ہوئے کے بد ہندو سازی سے ٹھن یا چار بیچے گمراہی پہنچی
کیوں نکل دین وقا تو ہے شر کا چکر لگنے کے بعد اقبال
جنون کی طرف آتا تھا۔ کری اور حسکری سے بے محل
ہوئی وہ خخت شاکی اداز میں اسہا کو دیکھتی توہن بڑی
تمثیل سے نظر انداز کر رہی۔

آئی کی اندازی اگر زندگی کہاۓ میں سے دو ہم ساہروا
 تھا کہ اس امام نے اپنی بخش طیعت لور سخت مرزاں کی وجہ
 سے شہزادخ کی بیت کو کھوئی دوا ہو۔ اس کے ہر انداز
 سے شہزادخ کے لئے اختلاف لور کھپاٹ ناظر ہو جاتا
 تھا۔ شہزادخ میں آئنے کے واقعہ کوئی لے لو۔ اس امام کی
 پوری کوشش میں کہ اس دو دلیں بد جائے اور اس دو کو
 پناہ اس کی خد کی اور کوئی وجہ تندریں آئی تھیں
 سولئے اس کے کارے یہاں لالے کا نیط شہزادخ کا
 قند پھر ہیں آئنے کے بعد جب شہزادخ نے اس کے
 لئے گیست دوم تارکرنے کو کہا تو اس امام نے لواز کو منع
 کر دیا۔
 ”میں اس دو ای کے کرے میں دے لے گی۔“
 ”کیا۔؟ تھکر کر جب کھر میں دو دلیں بد مزقاٹو
 ہیں تو ان ای کے کرے میں دکھل دے گی۔“
 ”میں لے کر اسے اپنے کرے میں رہنے کی
 بذات نہیں۔ پہن ہیرے اور اس طے کے ساتھ کرو
 شیز کر دیں گی۔ ہماری شہزادیوں کے بعد ملا کے ساتھ
 سونے لگی۔“

”تم تو ہمیں تم عیا کوئے سوچ لو۔“ دھمیر نے
 ”کھانا ہاٹے ہے۔ ٹھوکا تو صرف بلالا ہے، اس طریقے
 کر اس کنڈیشن میں تمہارا خیال مجھے پلے سے ہو کر
 رکھنا ہاٹے ہے۔“ ٹھوکا تو صرف بلالا ہے، اس طریقے
 کر لیں ہو جیا لے کی کہ تم خوبی سے ہو۔“
 ”امید اتم یہ قدم اپنے کرے میں لے جاؤ۔“ جب
 طریقہ پڑھ لو۔ تو پھر اسکے ہمیں مل کر فارم نل کر لئے۔“
 ”اہے نے اپنا تھج کر اسے دہل سے چلانا یا پھر شہزادخ کو
 کھوئے گئی۔“
 ”لے لیے کچھ تو خیال کیا کریں، اس کے سامنے ہی
 شروع ہو جاتے ہیں۔“
 ”کمل ہے، اپنی بھوپالی کا ہاتھ تھانہ کوئی بھی بات
 ہے لور پھر باقاعدہ تو پڑا سے کھانا ہاٹھا
 اس نے اس کلما تو پڑا سے لکھا ہاٹھا۔
 ”جب کھر میں صرف ہم دو دلیں ہی میں ہوتے،
 اس نے اپنی بے تھیوں۔ کھنول کریں۔“ دنگی ہے،
 کیا سوچے گی۔ لکھوٹے اس بے ساخت انعامار۔ د
 دڑا نرم پڑی لور سکرا کے اس کی پیش قدمی روشنے
 ہمیں۔
 ”تم تو ہمیں تم عیا کوئے سوچ لو۔“ دھمیر نے

”تم تو بھی نہیں، تم ہی پوچھ سوچ لے۔“ دیکھنے
کے باز نہ آ رہا تھا
”توبہ ہے شہزادے! میں کیا سمجھا ہی بہول اور اب
ہیں کے پلیز ب ذرا سبقتیں کر دیا گیریں۔ اپنی
تکریں میں پے ڈالنے کا نور اپنے ہاتھ پس کنٹول میں
رکھیں۔“ نہ اس کا گھست خیانتی قہام کر دیں گی اس کی کوئی
مدد نہ ہے ہوئے سکرا کے تنہیہ کرنے لگی۔
”یار! اتنے مرے میں تم اتنا بھی نہیں جان سکیں
کہ میں ہاں فقط ”کنٹول“ سے ملا گرفت بہول اور تم خود
کرتی ہو کر میں ہیبت کا ہی نہیں نیت کا بھی کپا بہول۔
بموک کوئی ہی بھی ہونہ والا شہنشہ ہوں۔“

”لی یو یور سلیف۔“ دیکھنے کو بہل سے فرار
ہو گئی۔ اندر اتنے کرے میں ان سرکر شیشیں کوئی
خواہ ہے ہوئے بھی سختی ایسی عجیب سے احتمامات میں
کھڑی ہو گئی تھی۔ بہر حال اتنے دلوں میں پہلی بار ان
دلوں کو خون کھوار بلکہ دوسریک مدد میں دیکھ کر اس
دری وہ کاٹکر دکھانے کا کام کروئے وہ اپناوس ہو گئی تھی۔ اپنی

عائد کرے۔

"مگر وہ تب سے اس گھر میں رہ رہی ہے، جب صرف دو سال کی تھی۔ سب ہی کے علم میں۔" ماموں اور مملائی دنوں کو متفرق انداز میں خاموشی اختار کرتے تو کہ کراماء نے پھر سے نکتہ اختلاف اٹھانے کی تکام کو شق کی۔

"تب کی بات اور تھی۔ تب آئی زندہ تھیں۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے کہ شادی ہونے تک امید میرے ساتھ میرے گھر پر رہے گی۔ جب آپ قائدے سے اپنی امانت لینے آئیں گے، میں تمام ترشیں و شوکت کے ساتھ اسے رخصت کر دیاں گا۔"

اب کی بار اس سے اختلاف کرنے کی بیات کی نہ کی، ورنہ حلم کے بعد جب اس نے اسے کو والپیں حلنے کی تاری کاٹنے کے ساتھ ماموں کو بھی ایکنگ عزز نے کا حکم دیا تو سب ہی شش رو رہ گئے۔ ہر طرح سے اسے سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ اس گھر سے اس کی جذباتی وابستگی کا انہمار کیا گیا۔ اس کی تعلیم کا اندر بیان کیا گیا۔ جس کی خاطر ارسلے نے پیش کش کی کہ اگر بات صرف خفر کی موجودگی میں اسی کے یہاں نہ رہنے کی ہے تو وہ اسے اپنے گھر لے جائی ہے۔ سب سے بڑھ کے یہ کہ اسے بھی شاہزاد کے اس فیصلے کے خلاف تھی۔ ایکنگ اس نے اپنا مقدمہ اس خوبی سے لڑا کہ بلا خدا وابسی کے سفر میں امید ان دنوں کے ہمراہ تھی۔



چند ہی دنوں میں وہ اس روٹن کی علوی ہو گئی جس کی عادت خود کوڈا ناسیلے پل اسے خاصا مشکل لگا تھا۔ کانج سازھے آٹھ بجے لگتا تھا مگر دوین سلت بے آجائی تھی۔ اسے دیا یت تھی کہ وہ خود ہی اپنا بائش وغیرہ و تار کر کے چلی جائیا کرے۔ وہ خود سات بے جاتی تھی۔ بھی تو امید جاہلی ہوتی، بھی بیک شانے سے لٹکائے فاصل اٹھائے بس جانے ہی والی ہوتی۔ شاہزاد کے آفس جانے کا وقت سازھے آٹھ بجے کا تھا اور وہ

آٹھ بجے کے نزدیک جا کر تا۔ اس لیے سچ سورے ناشتے کی تیلہ۔ اکٹلی بیٹھی امید کو وہ سویا ہوا خاموش گھر بے حد راسراں سال لتا۔ وہی اسے گھر میں بھی سب کے نکلنے کی تاکہنگ الگ الگ تھی، اس کے باوجود شروع سے سب اکٹھے ناشتا کرنے کے عادی تھے۔ سچ کا آغاز جگر کی نماز سے ہوتا۔ ماموں سچ کی سیر کے لیے اور خضر جانک کے لیے نکل جاتا۔ لماچن میں ناشتا بٹنے چلی جاتی۔ مملن کو سچ سورے پڑوں کی دھلائی سے فراغت حاصل کرنے کا شوق تھا۔ سردی ہو یا گری، ہر دوسرے دن نماز کے فوراً "بعدہ وصولی" گھٹ پھیلا لیتیں یا برآمدے کے تخت پر پڑے پھیلا پھیلا کے استری کرتے۔ وہ اسے اور ارسلہ خلاوت قرآن پاک کیا کرتیں۔ سازھے سات بے تک سب دست رخوانا پڑتے کے لیے اکٹھے ہو جاتے۔ سب کی سند کے مطابق ناشتا ہوتا اور سب کی پسند بھی الگ الگ تھی۔ مملن رات کے سامنے کے ساتھ پر اٹھا لیتیں۔ ماچائے کے ساتھ با قرخالی یا رسک۔ ماموں نہ کے ساتھ میٹھا اندھہ یا سوچی کا حلوجہ کہ وہ میٹھے کے شوقین تھے اور دن کا آغاز میٹھے سے کرنا پسند کرتے تھے۔ خفر اب ار اٹھا لیتا۔ وہ جیم یا کرم کے ساتھ ذہل کر لے۔ یہ الگ الگ طرح کے ناشتے دہل کے کیا کرتے خوش گھوں، ہلکی پھیلکی چھیڑ چھاڑ کے ساتھ جو اسے یاد آتا تو تو س طبق میں چنے لتا۔

گھر آتی تو اسے اور اس کی ساری دنوں سوتی لتیں۔ نجات نے اسے کو اتنا سونے کی لست کیسے پڑی۔ شلدی سے ہلے تو وہ گرمیوں کی طویل دوسروں میں بھی گھری۔ بھر تے لیے نہ سوتی تھی۔ ایک روز اس نے پوچھا تو وہ جانکی لیتے ہوئے بولی۔

"کرنے کو اور کچھ ہوتا ہی تو نہیں۔ صفائی بترنے اور کپڑوں کی دھلائی کے لیے ملازمہ آتی ہے۔ ایک ماں سچ سے شام تک رہتی ہے۔ ای کی خدمت میں کو نہ لانے، دھلانے وغیرہ کے لیے۔ وہی روز سارے کپڑے استری کر دیتی ہے، پھر کے چھوٹے مولے کام بھی نہ تاریتی ہے۔ آٹا کونڈھنا، بنزی بناتا وغیرہ

”بہلانے کے لیے تپ جو کافی ہیں ہے بھی۔
بھی۔ اور سارے نالے کو بھی۔“
”سینے واہیں۔ پنجاہن کی طرف چلیں کہتا
ہے ان کی طبیعت پر گھمک سیک۔“ ٹینک جاتے
ہوئے راستے میں ہامانے آگئی کہ۔

”تمیں یہ تانہ ترین خبریں کمل سے مل جاتی ہیں۔“ آرڈی بہمن کے کاؤنٹ پیشیر گرک پاکستانی
فوج کا تیسرا شہرخ نے ہماری سے پوچھا
”نیلوں نے بتایا تھا نہیں۔“

”پہ نیلو کے فون پکھ نہیں کرے گے“
 ”فون اس لئے نہیں میں لے کیا تھا جب سے
 میں یعنی تبلیغ سے تک ہوں تھے ہم لوگ بھل گئے ہیں،
 شدی فون کیا۔ تھی ہر کی بات ہے سبے ہیں پہمیں
 فون کا محل چال پور پتھے رہتا ہے۔“

یار! بھو سے یہ رشتہ داریاں میں بھائی
جانشی۔ اس نے آتا کر دل کم لور تیز کردا۔ سور
شہیں بھی ضمودت نہیں زناں سرچے حلنے کی۔ آج
کل کے رشتے داریں کو زناہ منہ لگا تو جان ہی نہیں
چھوڑ سکیں یہ نہ ہو تمساری بجت میں پورے کاپورا نتر
ہر سنتیں نہ کرے۔

"پنے نی ہر سکھ دکھ میں کام آتے ہیں۔ تعلقات
بنا کر کے جائیں تو۔"

”تم میں بھو سے تو تعلقات بستر کرلو۔“ اس نے
تمنی سے کہتے ہوئے لیکن کے آگے بڑک لگل۔
ایک زبردست چچہ اہم کی توازے کے ساتھ جنمگانگ
اساء کا سر سانہ نہیں بورڈ سے گراٹے گراٹے پہل
”بجوبات میں پسند نہیں کرتا،“ تم وی کہل ائے
فلق و شتر سے کلی ہو۔ جس جنینی میںی کلارا پھی
شے، آخر چھپے، کرنے کا گھر کرنا، الٹا کے

نہ ہو اور یہیں وہی کسے دباؤ میں نہ اسما ہے
میرے پیچا ہیں 'میں ملول نہ ملول' میری مرثی۔
میرے رشتے والوں کے ساتھ میرے تعلقات
سنورتے ہیں یا بگزتے ہیں۔ یہ سمجھی میرا درد سر بے تم
برادہ مہماں اپنی خانیات اس کمر اور اس میں رہنے والے
بکھر کرنے کے لیکن ملکتی درکمود۔"

اے اہل کوڑا اکڑ کے پاس لے کر مانا تھا ملہنٹھیک
اپ کے سلسلے میں جانے سے پہلے اس نے امید کو
بھینڈ گوتھی۔
”لہبھر کسی پلی جائے گی“ بھی نہیں ڈاکڑی طرف
جاتا ہے۔

”میں روز بروز تو ہنس سے جلدی نہیں آتا لور
تھماری حالت ایسی نہیں کہ تم امکلی اسے لے کر
بلکہ جو تو۔ احلا ہے، آج ہی دلوں کام نہ
جا سس۔ جاؤ اسے، تم پہنچ کر آؤ۔“ اس نے اسے پڑا

کیا مہمان نجی ہو گئی۔
”شہزادہ آپ بھی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں
کرتے میں گانٹا کلوجست کے پاس جا رہی ہوں۔
میرا لڑاکوں میں بھی ہونا ہے ایسے میں کیا مید کو ساتھ
لے جائیں تا سب رہے کا۔“

"تو نہ کون سا لیکنگ کے اندر ملک تھا رے ساتھ
مالئے گی۔ میرے ساتھ ونگ لدم میں بیٹھی رہے
گی۔ میں بھی تو ہر سینے تھا رے چک اپ کے سلسلے
میں پون گھنٹ دیں میٹا جنک مارتا ہوں۔ اچھا ہے
کہنی رہے گی بلکہ بعد کروں کر کے ہم سانے "میٹ
کرم بائش" پڑے جائیں گے۔ اتنی درمیں نہ لان کے
نئے نرٹ و کہے لے گی۔ امامت چھیس اس کا زرا
خیال نہیں۔ تم شادی شدہ ہو گئے گھر بارولی ہو اس

کے بیرون آئیں کی اچانک دیتھ کے دکھ سے نکل نہیں
باریں تو اس کی حالت کا اندازہ کرنے کی کوشش کر دو
بیک وقت میں اور اس گھر سے جدا اکی کے فہم میں جلا
ہے جس میں اس کا سارا اپنہ گزر لے میں وکھ رہا ہوں
کہ تم نے اسے اس فرم سے باہر نکالنے کی زدرا بھی
کوشش نہیں کی۔ لے بلائے کے ہارے میں سوہا
بک نہیں۔"

تل سکن " اپنے کرے سے لیاں تبدیل کر کے لئی امید نے
اس کے خدا آفری خترے سے اور اس کے طل میں
شاد سخن کے لیے قدر اور بھی بہو گئی۔ امام اسے
سامنے دیکھ کر کہا اور کہہ نہ سکی "لبستہ طل علی طل میں
شادوں کو کسی ضور ناکرو گئی۔

لے لوئے کر سی رپاں صرف ایک دست کا کماہا کا کانہ
جاتا ہے اسی جگہ بارداں ایسی ہیں؟ اتنی بھی بارداں کنے کی
پینڈ لختی ہیں۔ میں سارا دن قائم ہیں کی اکتا جاتی
گی وہیں سے سونے کی عادت پڑی سا بڑوں پر کے
ذملی تھن کنے سونے لیں تو سر بھاری بھاری رہتا
ہے۔ ”

بے ہم ازیز جاں
”دلا“ میں کہ رعنی ہوں کہ آج کا میرائیست کتنا
خراب ہوا میڈیم نے تھی انسٹ کی ساری کلاس
کے سامنے لور جھیس بھی آرعنی ہے۔ یہ مزے کی
ہاتھے۔ ”دنا“ راضی ہو جائی۔

بے ہم اکلے سے تھے کے بعد بھی اس اکلے ہم
سے نیکت نہ ماحصل کپاتی۔ ملے جب اسکل سے
آتی تھی تو اور ملے آپنی سے اسکل کی تباہی باشی دہرا دنا
اس کا معامل قلد۔ وہ من بن کے شکنی اور یاد

کر کر کے اپنے اسکل کے ایسے ہی مہینے قصے سنایا
کرتیں۔ ان کی شادی کے بعد اسے اسماہ دستیاب
ہوئی۔ وہ بے تک زبان رکھتی شلتگی نہ ہی حواب میں
شلنے کے لئے اس کے پاس مزیدار دلتے ہوتے
تھے۔ بہر حال اور کاش کا لامبے میں، مشناوا اور سے

ہر اس ناراں کی رہی ہیں۔ شاید اسیں میرا میں سے
رمائپند نہیں۔ ملائکہ میں انہی خوشی سے تو اس
کے چھپے آنسو پھل جاتے۔
”یعنی ناراں توں بھائی جان سے بھی رہتی ہیں
بلکہ شاید اپنے تپے سے بھی۔ میں نہ بھی آئی سب جی
کلن ساخنیں مباری ہوتیں۔ ہم نہیں کہا ہو گیا ہے
آپنی کو۔ مجیدہ لور کم گو تو شورع سے حصہ میں میں مزمل
لور غسلیں بھولیں۔ سب کئے ہیں ملائکوں وقت کا
اثر ہے یعنی کام آپنی کے لئے بیان اس کو حکم

اُر ہے۔ ان سماں اپنی کے ہمان سب پڑے ملے
میں کچھ نہیں لگتی؟ بدل جن کا کوئی رشتہ نہیں ہے
سے سیرا کوئی خیال نہیں اپنی۔ مجھ پشتا کیلے
دہسر کو کھا کر لے یہ رات کو سوچا کیلے روزا کیلے۔

لپے بے کیف اور لواس دنوں کی شامیں اسے پڑے
بھی ثیمت لگا کرتی۔ جب شامِ رخ اپنی تمام تر
شرمیوں زندہ دل اور محبوس نے ساتھ کمر لوگا کرتا تھا
مبت سے اس کے گز رے دن کے ہارے میں پوچھتا
کہ اس کے ٹھیک سے سارے دن کی چیزیں اور کوافر
خطا جانے۔

اوے من کے حاوے سے رے کے پڑے سریں۔ بہ
دنوں کے درمیان حائل کر دی۔ جب یہ بہت بھی
پرانی ہوئی تو گھر میں کسی لذت سرے کے نہ ہونے کی وجہ
سے امید کو خڑکی جاتب سے بے محلاب و سی کا ہاتھ تھا
جی پڑا۔ دیے گئی اب دندرے بدل گیا قدرے سے کی
طرح اس کے بے شکن بولنے پر کھلپا ہاتھ نہیں
رکھ لیا کرتا تا بلکہ احتیل۔ پشوڑی، جا کے ہیڑی و پھیں
سے ناکر تیا شاید نہ کی دلا اکاری کیا کرتا امید کو تو ہی
کارکی گھوس ہوا قدرے بے شکن پوری طرح اس کی
مقدت تجھے تک تک۔ کلکت، کرکٹ، غنیمہ،

کی سکرائی آنکھیں مکمل توجہ کے ساتھ اس پر مرکز ہوتی۔ اس کے بلو جو دامید کٹلک گزر آگئے اسے
چھپو آؤ۔ آج جمیں شہنگ کر لاؤں۔ موسم بیل
راہے اور تم اب مک ان کپڑوں میں ہو۔ ”اس نے